ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
25
www.tanzeem.org
18 تا 24 جون 2013ء/8 تا 14 شعبان المعظم 1434ھ

مروّجہ نظاموں کا سرچشمہ : جاہلیت

آج زندگی کی جتنی قدریں بھی رائج ہیں اور زمین پر جتنے نظام بھی چل رہے ہیں، ان سب کا سرچشمہ ''جاہلیت'' ہے۔ اس جاہلیت کی بنیاد ہے زمین میں خدا کی بادشاہت اور الوہیت کی سب سے بڑی خصوصیت پر زیادتی و دست درازی، خدا کی حاکمیت سے سرکشی و سرتابی۔ یہ حاکمیت کا حق انسان کو دیتی ہے۔ یہ کچھ انسانوں کو کچھ انسانوں کا خدا قرار دیتی ہے۔ اس سیدھی سادی ابتدائی شکل میں نہیں جس سے قدیم جاہلیت آشنا تھی، بلکہ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ خدائی ضابطۂ حیات اور الٰہی نظامِ زندگی سے ہٹ کر شریعت اور قانون وضع کرنے، تصورات اور قدریں متعین کرنے، زندگی کے نظام اور اس کے نقشے مرتب کرنے کا حق رکھتی ہے۔ وہ ان دائروں میں بھی دخل دے سکتی ہے، جن میں دخل دینے کا حق خدا نے کسی کو نہیں دیا۔ چنانچہ خدا کی حاکمیت پر دست درازی کا نتیجہ بندوں پر زیادتی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ کلّیت پسندانہ نظاموں میں انسان کی جو تذلیل و تحقیر ہوئی ہے اور سرمایہ دارانہ نظاموں میں سرمایہ و سامراج کے تسلط سے افراد اور رعایا پر جو ظلم و زیادتی روا رکھی گئی ہے وہ سب نتیجہ ہے خدائی بادشاہت سے بغاوت اور اس شرف و عزت کے انکار کا جو خدا کی جناب سے انسان کو عطا ہوا ہے! اس معاملے میں اسلامی نظام بالکل منفرد ہے —— کیونکہ نظامِ اسلامی کے علاوہ ہر نظام میں کسی نہ کسی شکل میں انسان، انسان کو پوج رہا ہے! تنہا نظامِ اسلامی ہی وہ نظام ہے جس میں سارے انسان آزاد ہیں۔ نہ کوئی بندہ ہے نہ بندہ نواز، نہ کوئی عابد ہے نہ معبود، نہ کوئی آقا ہے نہ غلام۔ یہاں بس اللہ کی عبادت کرنی ہے۔ وہی سب کا معبود ہے۔ سب کو اسی کے آگے جھکنا ہے اور اس کے احکام پر چلنا ہے۔ یہی وہ دوراہا ہے جہاں سے یہ راستہ اور راستوں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔

نقوشِ راہ
سید قطب شہیدؒ

اس شمارے میں

معاشی غلامی سے نجات؟

راہِ نفاق کے سنگ ہائے میل

بلاد الشام اور عالمی امن

عوام کے حقوق کی بازیابی

دینی جماعتوں نے الیکشن میں کیا کھویا؟ کیا پایا؟

کر لے جو کرنا ہے......

لباس کی فضیلت اور فیشن کی وبا

سورۃ الرعد

(آیات:38تا40)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلاَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾

آیت ۳۸ ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ط﴾ ''اور ہم نے بھیجا رسولوں کو آپؐ سے پہلے بھی اور ہم نے بنائیں ان کے لیے بیویاں بھی اور اولاد بھی۔''

آپ ﷺ سے پہلے جتنے بھی رسول آئے ہیں وہ سب عام انسانوں کی طرح پیدا ہوئے (سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے) پھر انہوں نے نکاح بھی کیے اور ان کی اولادیں بھی ہوئیں۔

﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلاَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾﴾ ''اور کسی رسول کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ کوئی نشانی (معجزہ) لے آتا مگر اللہ کے اِذن سے۔ ہر شے کے لیے ایک مقرر وقت لکھا ہوا ہے۔''

آیت ۳۹ ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾﴾ ''اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) قائم رکھتا ہے اور اُسی کے پاس ہے اُمّ الکتاب۔''

اُمّ الکتاب یعنی اصل کتاب اللہ کے پاس ہے۔ سورۃ الزخرف میں اس کے متعلق یوں فرمایا گیا ہے: ﴿وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۴﴾﴾ ''اور یہ اصل کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) میں ہمارے پاس ہے جو بڑی فضیلت اور حکمت والی ہے۔'' آپ اسے لوحِ محفوظ کہیں، اُم الکتاب کہیں یا کتابِ مکنون کہیں، قرآن اس کے اندر ہے۔

آیت ۴۰ ﴿وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ﴾ ''اور خواہ ہم دکھا دیں آپ کو اس کا کچھ حصہ جس کی ہم ان کو دھمکی دے رہے ہیں، یا ہم آپؐ کو وفات دے دیں''

یعنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپؐ کی زندگی ہی میں ان کو عذابِ الٰہی میں سے کچھ حصہ مل جائے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی میں ان پر ایسا وقت نہ آئے، بلکہ عذاب کے ظہور میں آنے سے پہلے ہم آپؐ کو وفات دے دیں۔

﴿فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾﴾ ''پس آپؐ کے ذمہ تو پہنچانا ہی ہے اور ہمارے ذمہ حساب لینا ہے۔''

آپ ﷺ پر ہمارا پیغام پہنچانے کی ذمہ داری تھی، سو آپ ﷺ نے یہ ذمہ داری احسن طریقہ سے ادا کر دی۔ اب اُن کو ہدایت دینا یا نہ دینا، اُن پر عذاب بھیجنا یا نہ بھیجنا اور ان کا حساب لینا، یہ سب کچھ ہمارے ذمے ہے اور ہم یہ فیصلے اپنی مشیت کے مطابق کریں گے۔

فرمانِ نبویؐ

عالم دین اور داعی الی اللہ کا مقام

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ قَالَ ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَجُلَانِ: اَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَالْاٰخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِیْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةُ فِیْ جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ (رواه الترمذی و رواه الدارمی)

''ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جن میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم (تو آپؐ سے پوچھا گیا ان دونوں میں سے افضل کون ہے؟) تو آپؐ نے فرمایا کہ ''عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ میری فضیلت اس شخص پر ہے جو تم میں سے سب سے ادنیٰ درجہ کا ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور پانی میں مچھلیاں اس کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی کا درس دیتا ہے۔''

ادار یہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معاشی غلامی سے نجات کیونکر ممکن ہے؟

وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے 2013,14 کے لئے وفاقی بجٹ قومی اسمبلی میں پیش کر دیا ہے۔ اس بجٹ کا حجم 35 کھرب 91 ارب روپے ہے اور خسارے کا تخمینہ 16 کھرب 50 ارب ہے۔ جنرل سیلز ٹیکس کو 16 فیصد سے بڑھا کر 17 فیصد کر دیا گیا ہے۔ جس سے دودھ، چینی اور مشروبات جیسی بنیادی ضروریات زندگی مہنگی ہو جائیں گی۔ پھر یہ کہ بجٹ کے اتنے خوفناک خسارے کو کم کرنے کی دو صورتیں ہیں: اولاً یہ کہ بے دھڑک نوٹ چھاپے جائیں اور ثانیاً یہ کہ ملکی اور غیر ملکی قرضے حاصل کیے جائیں۔ دونوں صورتوں میں مہنگائی کا مزید طوفان آئے گا۔ قرضوں کی مصیبت یہ ہے کہ سود کی لعنت سے بھی دو چار ہوں گے اور گرانی میں اضافہ بھی ہوگا، یعنی ہم دنیا اور آخرت دونوں کا خسارہ مول لیں گے۔ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں کسی قسم کا کوئی اضافہ نہیں کیا گیا جس پر وہ چیخ و پکار کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو سرکاری ملازم رشوت کی لعنت سے بچا ہوا ہے یا اُس کی رسائی نہیں ہو رہی وہ انتہائی مظلوم ہے اور اُس کے لئے جسم اور جان کا رشتہ قائم رکھنا دشوار ہو رہا ہے۔ بجٹ ہندسوں کا گورکھ دھندہ ہوتا ہے اور عوام کا بجٹ سے اس سے زیادہ تعلق نہیں ہوتا کہ ضروری اشیا کی قیمتیں بڑھی ہیں یا کم ہوئی ہیں اور اُن کے ذرائع آمدن میں کوئی اضافہ کیا گیا ہے یا نہیں۔ لہٰذا عوامی نقطۂ نظر سے یہ پاکستان کی تاریخ کا بدترین بجٹ ہے۔ ویلتھ ٹیکس کے نفاذ سے گریز کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ اشرافیہ کا بجٹ ہے اور اشرافیہ کے مفادات کو بھرپور تحفظ دیتا ہے۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کے انتخابی منشور کے مطابق کم از کم تنخواہ پندرہ ہزار روپیہ ماہوار کا وعدہ تھا، جو پورا نہیں کیا گیا۔ بلاواسطہ ٹیکسیشن کی بجائے بالواسطہ ٹیکس لگائے گئے ہیں، جس سے ظاہر ہے غریب اور متوسط طبقہ زد میں آیا ہے۔ البتہ بجٹ میں انتظامی سطح پر بعض اچھے اقدام کئے گئے ہیں، مثلاً 16 وفاقی وزارتوں کے خفیہ فنڈ ختم کر دیئے گئے ہیں، تمام صوابدیدی فنڈ ختم کر دیئے گئے ہیں، وزیر اعظم ہاؤس کے اخراجات میں 45 فیصد کمی کر دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں تعلیم اور صحت کے لئے پہلے سے زیادہ رقم رکھی گئی ہے۔ بہر حال بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو سٹاک ایکسچینج میں ریکارڈ تیزی بتا رہی ہے کہ اس بجٹ سے امیر اچھل کود کر رہا ہے اور غریب و متوسط طبقہ سر پکڑ کر بیٹھا ہوا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے حکمراں مغرب کے انداز کار سے ہٹ کر سوچنا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔ وہ ثواب دارین کے حصول کے لئے یہ کہہ چھوڑتے ہیں کہ اسلام مکمل نظام حیات ہے، لیکن عملی زندگی میں خصوصاً حکومتی سطح پر اسے اپنانے یا اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوئی سوچ ہی نہیں رکھتے۔ اسلام ایک وحدت ہے، اس کے حصے بخرے نہیں کیے جا سکتے۔ قرآن پاک کا بغور مطالعہ کیجئے، اس میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر مفصل بحث موجود ہے۔ فرد کی زندگی پر ایک اکائی کی حیثیت سے بھی بات کی ہے اور اجتماعی زندگی کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ قرآن پاک میں انسان کی معاشرتی زندگی کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے اور اُس کی بڑی تفصیلات بیان کی ہیں مثلاً انسانوں کے باہمی تعلقات' والدین کے حقوق اور احترام' میاں بیوی کے تعلقات' نکاح کا فریضہ' طلاق دینے کا طریقہ' پردے کے احکامات وغیرہ، جبکہ سیاسی اور عمرانی معاملات میں محض ایک رہنمائی فراہم کر دی گئی ہے کہ اپنے معاملات کو باہمی مشورہ سے طے کر لیا کرو۔ شاید اس لئے کہ سیاسی سطح پر انسان نے ابھی کافی سفر طے کرنا تھا، لہٰذا حالات و واقعات کی روشنی میں معاشرے کے لئے خود کو ایڈجسٹ کرنے کی گنجائش رکھی گئی۔ معاشی سطح پر قرآن پاک نے انسان کو دو ایسے سنہری

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

18 تا 24 جون 2013ء — جلد 22
8 تا 14 شعبان المعظم 1434ھ — شمارہ 25

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000

فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700

فون: 03-35869501 فیکس: 35834000

publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک ...... 450 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا ---------------- (2000 روپے)

یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اصول عطا فرمائے کہ اگر کوئی مسلمان معاشرہ ان دو اصولوں کو سختی سے اپنا لے گا تو وہ کبھی معاشی لحاظ سے پریشانیوں اور تکلیفوں کا شکار نہیں ہوگا۔ اولاً یہ کہ دولت کا چند ہاتھوں میں ارتکاز نہ ہونے دیا جائے۔ یعنی سرمایہ محدود افراد اور محدود خاندانوں میں گردش نہ کرتا رہے۔ اور دوسرا یہ کہ زکوٰۃ اور جزیہ کا نظام پوری قوت سے نافذ کیا جائے۔ علمائے کرام کے مطابق اس کے باوجود اگر حکومت ضرورت محسوس کرے تو خوشحال لوگوں پر اضافی ٹیکس لگایا جاسکتا ہے۔ ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ عوام و خواص کی اکثریت تو ہر لحاظ سے اپنے دین سے دور ہو چکی ہے اور جن کا مذہب کی طرف رجحان ہے وہ دینِ اسلام کو مراسم عبودیت تک محدود کر چکے ہیں۔ بالفاظ دیگر اُنہوں نے اسلام جیسے جامع دین کو مذہبیت تک محدود کر دیا ہے۔ اجتماعیت کا تصور ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اسلام کا سیاسی، معاشرتی اور معاشی پہلو اُن کی نظروں سے مکمل طور پر اوجھل ہو چکا ہے۔ مغربی تہذیب کا سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام بُری طرح ہم پر غالب آ چکا ہے۔ بات یہاں بھی ختم نہیں ہوتی، ہم نے اس مغربی نظام کی برائیوں کو زیادہ زوردار انداز میں اپنایا ہے۔ لیکن اگر اُس میں کوئی اچھائی ہے تو اُسے نظر انداز کر دیا ہے کرپشن، بددیانتی اور بدعہدی جیسی بیماریاں ہمارے معاشرے میں بُری طرح سرایت کر چکی ہیں۔ ایسی صورت حال میں ہمیں ایسے حکمران ہی میسر آئیں گے اور ایسے ہی بجٹ آتے رہیں گے اور معاشرہ دن رات واویلا کرتا نظر آئے گا، جیسے اس بجٹ کے بعد ہر طرف صف ماتم بچھی نظر آتی ہے۔ ہمیں غور کرنا ہوگا اور ایک مرتبہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ذلت و رسوائی کی اِس زندگی کو کب تک ہم یوں گھسیٹتے رہیں گے، کب تک دشمنوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں گے۔

وزیر خزانہ کی تقریر سے یہ عندیہ ملا ہے کہ توڑے ہوئے کشکول کو پھر جوڑا جا رہا ہے۔ یاد رکھیں، فرد ہو یا کوئی قوم اگر انسانوں سے مانگتی رہے تو پھر اللہ اُسے انسانوں ہی کے سپرد کر دیتا ہے۔ ہماری معیشت جس حد تک زوال پذیر ہے، اس کا صرف اور صرف ایک حل ہے اور وہ یہ کہ اپنے تمام ملکی و غیر ملکی قرض خواہوں سے کہہ دیا جائے کہ جہاں تک سود کا تعلق ہے، ہمارا دین اس کی اجازت نہیں دیتا اور ہماری سپریم کورٹ بھی اس حوالہ سے اپنا فیصلہ صادر کر چکی ہے۔ لہٰذا ہم سود کی ادائیگی نہیں کریں گے۔ البتہ تمہاری اصل رقم تمہیں لازماً واپس کی جائے گی، جس کے لئے ہمیں وقت درکار ہے۔ پھر اُس نظام کو اپنے ملک میں نافذ کریں، جس میں سپاہی کی بجائے ضمیر انسان کو قانون شکنی سے روکتا ہے، جس میں انسان یہ سمجھتا ہے کہ سرکار کی نگاہ سے تو بچ سکتا ہوں اللہ کی نگاہ سے کیسے بچوں گا۔ پھر وہ حکمران میسر آئیں گے جو اپنی راتیں لوگوں کے تحفظ کی خاطر آنکھوں میں کاٹیں گے، جو قریہ قریہ اور گلی گلی گھوم کر اپنی رعایا کی دیکھ بھال کریں گے۔ یہ تصوراتی اور خیالی باتیں نہیں، آسمان ایک عرصہ تک ایسی حکومتوں اور حکمرانوں کا نظارہ کر چکا ہے۔ کل اگر یہ ممکن تھا، تو آج یہ ناممکن کیوں ہو گا۔ ضرورت پختہ ایمان کی ہے۔ ضرورت اللہ پر توکل کرنے کی ہے۔ ضرورت ہمت کی اور پُرعزم ہونے کی ہے۔ تمام مصائب، تمام مشکلات ریت کی دیوار ثابت ہوں گی۔ معجزات اُس وقت رونما ہوتے ہیں جب مردِ مؤمن حق کی خاطر، اللہ کے دین کی خاطر ہر چہ بادا باد کا نعرہ لگا کر میدانِ کارزار میں اُتر جائے۔ اگر اللہ کی مدد اور نصرت سے نہتے افغان طالبان جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس عالمی قوتوں کو شکستِ فاش دے سکتے ہیں تو ہم اللہ پر بھروسا کر کے مغرب اور امریکہ کی معاشی غلامی سے نجات کیوں حاصل نہیں کر سکتے؟

پریس ریلیز 14 جون 2013ء **حافظ عاکف سعید**

سودی معیشت کا خاتمہ اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل درآمد کیا جائے

وزیراعظم نواز شریف آئینی ترامیم کے ذریعے ملک میں سافٹ اسلامی انقلاب برپا کریں

نیا بجٹ اشرافیہ کا بجٹ ہے جو محض سرمایہ داروں کے مفادات کا تحفظ کرے گا

سودی معیشت کا خاتمہ ہماری دنیوی اور اُخروی کامیابی کے لئے لازم اور ناگزیر ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ دین نصح و خیر خواہی کا نام ہے، ہم اسی جذبہ کے تحت وزیراعظم پاکستان میاں نواز شریف کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ پاکستان میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو قائم کریں کیونکہ اسلامی نظام کے بغیر پاکستان کے وجود کی وجہ جواز ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ آئینی ترامیم کے ذریعے ملک میں سافٹ انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔ اُنہوں نے تجویز کیا کہ وفاقی شرعی عدالت کے ہاتھ کھولے جائیں۔ اُنہیں اختیار حاصل ہو کہ جو قانون بھی غیر شرعی ثابت ہو اُسے ختم کر سکیں۔ اُن کے رتبے کو سپریم کورٹ کے ججوں کے مطابق بنایا جائے۔ مزید برآں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عملدرآمد کیا جائے۔ بجٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے اُنہوں نے 2013,14ء کے بجٹ کو اشرافیہ کا بجٹ قرار دیا جو محض سرمایہ داروں کے مفادات کا تحفظ کرے گا۔ جنرل سیلز ٹیکس بڑھا کر غریب اور متوسط طبقہ کا کچومر نکال دیا گیا ہے۔ جبکہ سرکاری ملازمین کی تنخواہ میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا اور مسلم لیگ (ن) اپنے اس انتخابی وعدے سے بھی منحرف ہو گئی ہے کہ کم از کم تنخواہ پندرہ ہزار کر دی جائے گی۔ اُنہوں نے کہا کہ اللہ اُس حکمران سے کبھی راضی نہیں ہو سکتا جو اپنی رعایا کے جان و مال اور عزت کو تحفظ نہ دے سکے۔ جو حکمران اللہ کے احکامات کے مطابق فیصلے نہیں کرتے اللہ اُنہیں ظالم، فاسق اور کافر قرار دیتا ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان)

راہِ نفاق کے سنگ ہائے میل

سورۃ الحدید کی آیات 14، 15 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 7 جون 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[خطبۂ مسنونہ اور آیاتِ قرآنی کی تلاوت کے بعد]

حضرات! سورۃ الحدید کا سبقاً سبقاً مطالعہ ان اجتماعاتِ جمعہ میں جاری ہے۔ پچھلے جمعہ جو آیات زیرِ درس آئیں میں سمجھتا ہوں کہ وقت کی کمی کے باعث ان کا حق ادا نہیں ہو سکا تھا۔ لہٰذا آج مجھے انہی کا کچھ قرض ادا کرنا ہے۔ ایک اصولی بات سمجھ لیجئے۔ میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ یہ مقام جو ہم پڑھ رہے ہیں ہم مسلمانوں کے لئے خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ ایمان کے دعوے میں ہم میں سے ہر شخص ایک سے ایک آگے ہے، لیکن جو بیرومیٹر اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں دیا اس کے اعتبار سے دیکھیں تو انتہائی مایوس کن صورتحال دکھائی دیتی ہے۔ نماز جو اسلام اور کفر کے درمیان حدِ فاصل ہے، اُس کے اعتبار سے بھی حال یہ ہے کہ آج ہم میں پنج وقتہ نماز پڑھنے والے مسلمان آٹھ دس فیصد سے زیادہ نہیں ہیں۔ گویا نوے فیصد سے زیادہ مسلمان اس بنیادی تقاضے کو بھی پورا نہیں کر رہے۔ اور جو لوگ نماز پڑھتے ہیں، ان میں سے کتنے ہیں جن کی معاش حرام سے پاک ہے، جن کے بارے میں کہا جا سکے کہ وہ اسلامی زندگی کا نمونہ ہیں۔ آج مسلمان جس صورتحال سے دوچار ہیں اسی کا نام منافقت ہے۔ یہی آج ہمارا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ لفظ ''منافقت'' سے ہم بہت چڑتے ہیں حالانکہ قرآن کی نگاہ میں منافقت یہی ہے کہ آدمی زبان سے کچھ کہہ رہا ہو اور اُس کا عمل کچھ اور ہو۔ ایسی ہی کیفیات کے حامل لوگوں کو اِن آیات میں مخاطب کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ مقام اور یہ موضوع انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر یہاں پہلے قیامت کا نقشہ کھینچا گیا۔ اس دنیا میں کافر الگ ہیں اور مسلمان الگ ہیں۔ مسلمانوں میں منافق بھی شامل ہیں، کم عمل والے بھی ہیں، کمزور ایمان والے بھی ہیں اور بڑے مضبوط ایمان والے بھی ہیں۔

یہ سب لوگ مسلم معاشرے کا حصہ ہیں، سب مسلمان شمار ہوتے ہیں، لیکن آخرت میں چھلنی لگے گی۔ پہلی چھلنی یہ ہو گی کہ کفار اور مسلمان الگ ہو جائیں گے۔ پھر اگلی چھلنی لگے گی تو کلمہ گو لوگوں میں سے جن کے دل میں حقیقی ایمان اور اعمالِ صالحہ کا نور تھا وہ اُن لوگوں سے جو اعمالِ صالحہ اور حقیقی ایمان کے نور سے محروم تھے الگ کر دیئے جائیں گے۔ نورِ ایمان سے محروم لوگ منافق تھے۔ ان کے قول و فعل میں تضاد تھا۔ تضاد اور منافقت کی انتہا بھی ہوتی ہے اور ابتدائی درجے بھی ہوتے ہیں۔ منافقت کی ابتدا دین کے عملی تقاضوں سے گریز اور جھوٹے بہانوں سے ہوتی ہے۔ آدمی عذر تراشتا ہے کہ میری یہ مجبوری ہے، میرا یہ مسئلہ ہے، لہٰذا میں دین کے اس مطالبے پر عمل نہیں کر سکتا۔ جب اس سے باز پرس کی جائے تو پھر وہ جھوٹے بہانوں کے ساتھ جھوٹی قسمیں کھانے لگتا ہے۔ جوں جوں یہ سفرِ نفاق آگے بڑھتا ہے، نفاق کا مرض گھن کی طرح اندر ہی اندر ایمان کو چاٹتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ نفاق کا سرطان بڑھتا چلا جاتا ہے اور ایمان کم سے کم ہوتا جاتا ہے۔ اس کی آخری سٹیج یہ ہوتی ہے کہ آدمی شعوری طور پر منافقین میں شامل ہو جاتا ہے۔ اب وہ اسلام کی بہت سی چیزوں پر اعتراض وارد کرنے لگتا ہے۔ وہ کافروں سے محبت کرتا ہے۔ ان کی چیزیں اُسے اچھی لگنے لگتی ہیں۔ مسلمانوں کو مار پڑے تو خوش ہوتا ہے۔ اُس کی ہمدردیاں کافروں کے ساتھ ہو جاتی ہیں۔ ان کے ایجنڈے کی تکمیل کے لئے وہ ان کا ایجنٹ بلکہ فرنٹ لائن اتحادی بن جاتا ہے۔ سچے اہلِ ایمان پر فقرے کسنا اُس کا شعار ہوتا ہے۔ وہ انہیں دقیانوسی قرار

دیتا ہے کہ انہیں اپنی دنیا کی کوئی پروا نہیں ہے۔ قرآن نے واضح فرما دیا کہ منافقین کا انجام بہت ہی دردناک ہو گا۔ ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء:145) ''بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے (اور سب سے بدترین) حصے میں ہوں گے۔'' اُن کا انجام کفار کے ساتھ ہو گا۔

میدانِ حشر کا وہ مرحلہ جسے پل صراط بھی کہا گیا ہے، اس سے ہر ایک کو گزرنا ہے۔ مومنین تو اس پر سے اپنے نورِ ایمان کے ساتھ گزر جائیں گے، مگر منافقین پیچھے رہ جائیں گے۔ اس موقع پر وہ مومنین سے کہیں گے۔ ﴿یُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَکُنْ مَّعَکُمْ ط﴾ ''وہ پکاریں گے کیا ہم (دنیا میں) تمہارے ساتھ نہ تھے۔'' پھر تمہارے اور ہمارے درمیان یہ امتیاز کیوں ہوا؟ یہ حدِ فاصل کیوں کھینچ دی گئی؟ اس کے جواب میں اہلِ ایمان جو بات کہیں گے، اس میں پورے سفرِ نفاق کے مراحل کا بیان ہے۔ اہلِ ایمان کا جواب ہو گا: ﴿قَالُوْا بَلٰی وَلٰکِنَّکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ﴾ ''وہ کہیں گے کیوں نہیں (تم ہمارے ساتھ تھے،) مگر (تمہارے ساتھ معاملہ یہ ہوا کہ) تم نے اپنے آپ کو فتنوں میں ڈالا۔'' فتنوں میں ڈالنے سے مراد یہ ہے کہ تم آزمائشوں میں ناکام ہو گئے۔ جو چیزیں ذریعہ آزمائش تھیں تم نے ان کے معاملے میں غفلت کی۔ قرآن مجید سے راہنمائی ملتی ہے کہ انسان کے لئے سب سے بڑی آزمائش مال اور اولاد ہے۔ تم دنیا کی محبت، مال کی محبت کی وجہ سے اللہ کے احکامات کو توڑنے اور دینی ذمہ داریوں کی ادائی میں کوتاہی کرنے لگے۔ یوں تم نے اپنے عمل سے اپنے آپ

> منافقت کی ابتدا دین کے عملی تقاضوں سے گریز اور جھوٹے بہانوں سے ہوتی ہے۔ آدمی عذر تراشتا ہے کہ میری یہ مجبوری ہے، میرا یہ مسئلہ ہے، لہٰذا میں دین کے اس مطالبے پر عمل نہیں کر سکتا

کو اس آزمائش میں ناکام ثابت کیا۔ فتنہ ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعے آدمی کو آزمایا اور پرکھا جائے۔ دنیا دارالامتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ سے زیادہ نبیوں اور رسولوں کے ذریعے نوع انسانی کو خبردار کیا کہ دیکھو یہ دنیا تمہارے لئے عارضی ٹھکانہ اور امتحان گاہ ہے، اصل ٹھکانہ موت کی سرحد کے پار ہے اور وہ آخرت ہے۔ مال و اولاد کی محبت انسان کے اندر ودیعت کی گئی ہے، لیکن اس کو کنٹرول کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ محبت بے لگام ہو کر احکام شریعت سے روگردانی پر مجبور کرنے لگے تو یہ سخت خسارے کا باعث ہے۔ چنانچہ سورۃ التوبہ کی آیت 24 ذہن میں لائیے۔ فرمایا: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ ''(اے نبی ﷺ!) ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تمہیں اپنے باپ' اپنے بیٹے' اپنے بھائی' اپنی بیویاں' اپنے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے بڑی محنت سے کمائے (اور جمع کیے) ہیں' اور وہ کاروبار جن کے کساد (اور مندے) کا تمہیں اندیشہ رہتا ہے (جو بڑی مشقت سے تم نے جمائے ہیں)' اور وہ رہائش گاہیں (جائیدادیں' بلڈنگیں' حویلیاں اور کوٹھیاں) جو تمہیں بڑی پسند ہیں' (یہ آٹھ چیزیں) اگر محبوب تر ہیں (تین چیزوں سے) اللہ سے' اللہ کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے' تو جاؤ انتظار کرو' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ (عذاب) لے آئے' اور اللہ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔ یہ گویا ایک ترازو ہے جسے ہر شخص اپنے باطن میں نصب کر لے۔ ایک پلڑے میں آٹھ چیزیں ڈالیں جن میں سے پانچ علائق دُنیوی ہیں' یعنی باپ' بیٹا' بھائی' بیوی اور رشتہ دار باقی ہر انسان تو اس کے بعد ہی آتا ہے اور تین چیزیں دُنیوی مال و اسباب میں سے ہیں' نقد مال و دولت' کاروبار اور اثاثہ جات یعنی بلڈنگ یا جائیداد وغیرہ۔ اور ترازو کے دوسرے پلڑے میں تین کی محبت ڈالیں' یعنی اللہ کی محبت' رسول اللہ ﷺ کی محبت اور اللہ کی راہ میں جہاد کی محبت۔ پھر دیکھیں کہ کون سا پلڑا بھاری ہے! اگر یہ آٹھ والا پلڑا بھاری ہے تو اس صورت میں ''فَتَرَبَّصُوْا'' جاؤ' انتظار کرو! مومنین صادقین منافقین سے کہیں گے کہ دوسری کوتاہی تم سے یہ ہوئی کہ ''وَتَرَبَّصْتُمْ'' ''اور تم (ہمارے حق میں حوادث کے) منتظر رہے۔'' کہ تم گومگو کی کیفیت میں آ گئے۔ دین کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم راہ حق میں آگے بڑھتے، لیکن تم یہ سوچنے لگے کہ اگر دین کے لئے وقت نکالوں گا تو کاروبار کا نقصان ہوگا۔ پیسہ اللہ کی راہ میں لگاؤں گا تو آئندہ کیا کروں گا، میرے تو بڑے لمبے چوڑے منصوبے ہیں۔ لہٰذا جب دین کے تقاضے سامنے آتے تھے تو گومگو کی کیفیت میں پڑ جاتے تھے۔

تپتی راہیں مجھ کو پکاریں
دامن پکڑے چھاؤں گھنیری

قرآن مجید نے اور بھی بہت سے مقامات پر ''تربص'' کو واضح کیا ہے۔ سورۃ حج میں فرمایا: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ''اور لوگوں میں بعض ایسا بھی ہے جو کنارے پر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔'' سچے اہل ایمان تو منتظر رہتے ہیں کہ ایسے مواقع آئیں کہ ہماری گردن اللہ کی راہ میں کٹے اور جہاں حضور ﷺ کا پسینہ گرا وہاں ہمارا خون گرے۔ ایسے عظیم المرتبت لوگ ابتدا اسلام میں تو موجود تھے ہی، اب بھی دین کے تقاضوں پر جان دینے والے لوگ موجود ہیں، اگرچہ بہت کم ہیں اور اُن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ پھر

> ارشاد باری تعالیٰ ہے:
> ''لوگو اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ (شیطان) فریب دینے والا تمہیں فریب دے، شیطان تمہارا دشمن ہے۔ تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔''
> (القرآن)

تمہارے ساتھ معاملہ یہ ہوا کہ ''وَارْتَبْتُمْ'' (جب یہاں تک پہنچے تو) تم شک اور شبہ کا شکار ہو گئے۔' وہ جو ایمان تھا اس کے اندر شک کے کانٹے چبھنے لگے۔ اللہ پر، قرآن پر اور آخرت پر یقین اب کمزور ہونا شروع ہو گیا۔ پھر کیا ہوا؟ ﴿وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ﴾ ''اور تمہیں آرزوؤں نے دھوکے میں ڈالے رکھا''۔ یہ چوتھا مرحلہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کچھ من گھڑت اور خوشنما عقائد سے بہلاتا ہے۔ اَمَانِی لفظ اُمْنِيَّة کی جمع ہے اور اسی مادے سے لفظ ''تمنا'' بنا ہے' یعنی خواہشات' آرزوئیں۔ انگریزی میں انہیں 'wishful thinkings' کہتے ہیں۔ اس کی مثالیں یہود کے عقائد میں موجود ہیں۔ وہ کہا کرتے تھے: ﴿سَيُغْفَرُ لَنَا﴾ ''عنقریب ہمیں معاف کر دیا جائے گا''۔ اللہ ہمیں بخش دے گا' وہ بخشنہار ہے' ہمیں تو بخش ہی دیا جائے گا۔ آج ہم بھی اس بنیاد پر عمل سے بے گانہ ہو گئے ہیں کہ آخر کچھ بھی ہیں کلمہ گو ہیں' کچھ بھی ہیں محمد ﷺ کے نام لیوا تو ہیں۔ وہ یہ بھی کہا کرتے تھے: ﴿لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ (آل عمران: 24) ''ہمیں آگ ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن''۔ اور ﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ط﴾ (المائدۃ: 18) ''ہم تو (گویا) اللہ کے بیٹے اور اس کے بڑے چہیتے ہیں''۔ آخر ہم ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں' تو کیا اللہ تعالیٰ ابراہیمؑ کا بھی کچھ لحاظ نہیں کرے گا جس کو کہ اُس نے اپنا دوست کہا ہے۔ تو یہ انسان کی اَمانی اور من گھڑت عقائد اسے طفل تسلیاں دیتے ہیں۔ آخری بات یہ فرمائی: ﴿حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ﴾ ''یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آ گیا''۔ یہ وہی الفاظ آ گئے ہیں جو سورۃ التوبۃ کی آیت 24 میں ہیں: ﴿فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط﴾ ''جاؤ' انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ لے آئے''۔ یعنی یہ جو حق و باطل کی کشمکش ہو رہی ہے اس کے ضمن میں اللہ کا فیصلہ آ جائے۔ دوسرے یہ کہ اللہ کا فیصلہ موت بھی ہے' اللہ کا فیصلہ قیامت بھی ہے۔

آگے فرمایا: ﴿وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ ''اور وہ بڑا دھوکے باز (شیطان) تمہیں اللہ کے معاملے میں دھوکہ دیتا رہا''۔ یہ شیطانِ لعین بھی انسان کو مزید لوریاں دے دے کر سلاتا ہے۔ اور اس کی لوری یہ ہے کہ اللہ بڑا غفور ہے' وہ کہاں سزا دے گا! وہ تو لوگوں کو ایسے ہی ڈرانے کے لیے کہتا ہے تاکہ وہ سیدھے ہو جائیں۔ ورنہ کیا ماں اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں جہنم میں ڈال سکتی ہے؟ تو جو خالق و مالک ہے وہ یہ کیسے کر سکتا ہے! یہ تو صرف کہنے کی باتیں ہیں' ہونے والی باتیں نہیں ہیں! یہ عقائد ہمارے ہاں بھی ملنگ قسم کے صوفیوں میں موجود ہیں۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کا صرف ڈراوا ہی ہے' وگرنہ ایسا نہیں ہوگا۔ اللہ تو بڑا کریم ہے' بڑا نکتہ نواز اور بندہ نواز ہے' وہ بڑا ہی غفور اور رحیم ہے' لہٰذا اس کے بارے میں یہ گمان نہ کرو کہ وہ تمہیں عذاب دے گا۔ سورۃ الانفطار پوری کی پوری ان کے اسی عقیدے کی تردید میں ہے۔ فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ﴾ ''اے انسان! کس شے نے تجھے دھوکہ دیا ہے اپنے ربّ کریم کے بارے میں؟'' وہ کریم بھی ہے' اس میں کوئی شک نہیں' لیکن وہ عزیز ذوانتقام (غالب' انتقام لینے میں سخت) بھی ہے۔ وہ قہار بھی ہے' وہ شدیدُ العِقاب (سخت سزا دینے والا) بھی ہے۔ اس کی تو تمام شانیں ہیں اور ان تمام شانوں کو اپنے سامنے متحضر

رکھنا ضروری ہے۔

سورۂ فاطر میں شیطان کے دھوکے سے محتاط ہونے کی تعلیم بایں الفاظ دی گئی ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (۵) اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ (القرآن) (آیات: 6,5) ''لوگو اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ (شیطان) فریب دینے والا تمہیں فریب دے، شیطان تمہارا دشمن ہے۔ تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ اپنے (پیروؤں کے) گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں ہوں۔'' یعنی ہر وقت چوکنے رہنا، دیکھنا اللہ کے معاملے میں بڑا دھوکے باز شیطان تمہیں دھوکہ نہ دے۔ تمہیں اُس دھوکے باز سے ہوشیار اور الرٹ رہنا ہوگا۔ ورنہ جس امتحان میں تمہیں ڈالا گیا اُس میں ناکام ہو جاؤ گے۔ تمہیں اس امتحان کی کامیابی کے تقاضوں کو مدنظر رکھنا ہوگا، اور ناکامی کے جو بھی محرکات ہو سکتے ہیں ان سے بچنے کے لئے شعوری کوشش کرنی ہوگی۔ یہ بھی جان لو کہ شیطان تمہارا بڑا دشمن ہے۔ تم اس کو دشمن ہی سمجھو۔ قرآن مجید تو بار بار کہتا ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ مگر افسوس کہ ہم اسے دشمن سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ جنہیں تھوڑا بہت شعور ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ شیطان ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ حالانکہ یہی شیطان کی کامیابی ہے کہ کوئی شخص یہ سمجھے کہ شیطان میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں ایسے مقام پر پہنچ چکا ہوں کہ مجھ پر شیطان کا کوئی داؤ اثر نہیں کر سکتا۔ قرآن کہتا ہے کہ شیطان اپنی جماعت کو اور اپنے لوگوں کو جو اس کے پیچھے چلتے ہیں بدترین دہکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف لے جا رہا ہے۔ اس لیے کہ اس نے تو جہنم میں جانا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ساتھ لے کر چلے۔ وہ اپنی سکیم میں آج بہت کامیاب ہے۔ عالم کفر تو سارا اس کی مٹھی میں ہے ہی، عالم اسلام کی بھی بہت بڑی تعداد اس کے لشکر میں شامل ہے۔ دجال جب آئے گا تو مسلمانوں میں بھی چھانٹی ہو جائے گی۔ تب ایمان پر قائم رہنے والے بہت ہی کم ہوں گے اور امت کا ایک بہت بڑا حصہ دجال کے لشکر میں شامل ہو جائے گا۔ فتنہ دجالیت کا آغاز تو ہو چکا ہے۔ دجال بھی کسی وقت ظاہر ہو جائے گا۔

شیطان کی دھوکہ بازی کے نتیجہ میں انسان آخرت اور محاسبہ اُخروی سے غافل ہو جاتا ہے، اور بڑی آسانی سے اس کے دام فریب میں آ جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ شیطان جس طرف بلا رہا ہے وہ نفس کی ترغیبات والا راستہ ہے، وہ آسانیوں والا راستہ ہے، وہ دنیا میں عیش و آرام والا راستہ ہے، وہ انسان کی خودغرضی والا راستہ ہے۔ شیطان ترغیب دیتا ہے کہ سود کے ذریعے مال کماؤ۔ جن لوگوں کو تم نے سودی بندھن میں جکڑ دیا ہے، خواہ ان کے گھر چھن جائیں، تمہیں بہر حال پورا ملنا چاہیے۔ آج کا سرمایہ داری نظام سود پر مبنی ہے۔ اور سرمایہ داریت جمہوری نظام سے جڑی ہوئی ہے۔ جمہوری نظام سرمایہ دارانہ نظام کو تقویت دے رہا ہے، تاکہ سود کے ذریعے عوام کا خوب خون نچوڑا جائے، سرمایہ دارانہ نظام میں عوام کے کوئی حقوق نہیں ہیں، سارے حقوق سرمایہ داروں کے لئے ہیں جمہوری مملکتوں میں جو بھی قوانین بنتے ہیں وہ سرمایہ دار کو تحفظ دیتے ہیں اور اس میں غریب کے لئے کوئی تحفظ نہیں۔ غریب کو تھوڑے بہت تحفظات اس لئے دیئے گئے تاکہ مزدور طبقہ اشتراکیت سے اثر لے کر سرمایہ داروں کے گلے کاٹنے کو نہ آ جائے، لہٰذا کچھ نہ کچھ انہیں بھی دے دو۔ ورنہ اصل نظام میں تو وہ کوئی حق نہیں رکھتے۔ بہر کیف شیطان انسان کو ورغلاتا ہے اور انسان اپنے نفس کی کمزوری کی وجہ سے اس کے راستے پر چل پڑتا ہے۔

اب اس نفاق کا انجام کیا ہے! فرمایا: ﴿فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ﴾ ''تو آج کے دن نہ تم سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا نہ کافروں سے''۔ یہاں منافقوں کو کافروں کے ساتھ بریکٹ کر دیا گیا ہے۔ اصل میں یہ جواب ہے ان کے اس قول کا کہ: ﴿اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ﴾ ''کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟'' تو فرمایا جا رہا ہے کہ دنیا میں تم یقیناً اہل ایمان کے ساتھ تھے' چونکہ تم قانونی طور پر مسلمان تھے لہٰذا ان کے ساتھ شامل رہے' یہاں تک کہ حضور ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے، لیکن یہاں تم انجام کے اعتبار سے کفار کے ساتھ شامل ہو۔ منافق شخص قانوناً تو دنیا کی زندگی میں مسلمان سمجھا جاتا ہے' جبکہ حقیقتاً' عاقبت اور انجام کار کے اعتبار سے وہ کفار کے ساتھ ہے۔ آگے فرمایا: ﴿مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (۱۵)﴾ ''تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے (کہ) وہی تمہارے لائق ہے اور وہ بری جگہ ہے''۔

ان آیات کے حوالے یہ بتا دیا جائے کہ پیچھے ذکر آیا تھا کہ مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو سچے مومن ہوں گے، وہ میدان حشر میں اپنے نور ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے تمام مشکل مراحل طے کرتے ہوئے آگے نکل جائیں گے، اور جو نور ایمان سے محروم ہوں گے وہ پیچھے رہ جائیں گے۔ اب اُن کے درمیان میں ایک دیوار حائل کر دی جائے گی، اس دیوار میں ایک دروازہ ہوگا۔ یہاں دروازے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ درحقیقت ہمارے اہل سنت والجماعت کے ایک مجمع علیہ عقیدے کی بنیاد ہے، جس کے لئے قرآن مجید میں اس کے علاوہ کہیں اور ذکر نہیں ہے۔ اہل سنت والجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ مسلمانوں میں سے وہ لوگ جن کا ایمان کم ہوگا، جو گناہ گار ہوں گے، اور گناہوں کا پلڑا جھک جائے گا، کافروں کے ساتھ ساتھ انہیں بھی ان کے گناہوں کے بقدر سزا دی جائے گی۔ البتہ ان میں سے جن کے دل میں بھی رتی بھر ایمان بھی ہوگا، ان کو پھر جہنم سے نکال کر اس دروازے سے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ احادیث میں اس کی طرف اشارات ملتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ واحد مقام ہے جہاں سے اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ لیکن یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ جہنم وہ جگہ ہے جس میں ایک لحظہ کے لئے بھی ڈالا جانا نہایت خسارے اور تباہی کا باعث ہے۔ وہ شخص انتہائی محروم اور بدقسمت ہوگا جو ایک لمحے کے لئے بھی جہنم میں ڈالا جائے۔ لہٰذا کوئی شخص یہ خیال کر کے گناہ نہ کرتا رہے کہ آخر کار تو جہنم سے نکل ہی جائیں گے۔ جہنم میں کس قسم کے عذاب ہیں اور کتنے سخت عذاب ہیں، یہ تو وہاں پتا لگے گا۔ احادیث میں اس کی جو تفصیل آئی ہے وہ بہت زیادہ لرزا دینے والی ہے۔ لیکن بہر حال یہ ایک چیز ہے جو علمی طور سے یہاں سے معلوم ہوتی ہے۔

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

❁ از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
❁ ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
❁ نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I'II'III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

بلادُ الشام اور امنِ عالم

بلال خان

بہت سے لوگوں کے خیال میں 11 ستمبر 2001ء کو دنیا ہمیشہ کے لئے تبدیل ہوگئی۔ کچھ لوگوں کے خیال میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کا آغاز دراصل تیسری عالمی جنگ کا آغاز ہے۔ آزاد ذہن کے ساتھ اگر معاملات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور گزشتہ 12 برس کی تاریخ پر غور کیا جائے تو نہ چاہتے ہوئے بھی اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ دنیا آہستہ آہستہ تباہی اور مکمل ٹکراؤ کی طرف بڑھ رہی ہے۔ ''دہشت گردی'' کا لفظ صرف اور صرف مسلمان کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے، اور اس شرمناک حرکت میں بیرونی میڈیا تو ایک طرف پاکستانی میڈیا بھی کسی سے کم نہیں۔ اس کا ادراک پاکستانیوں کو سربجیت سنگھ کے معاملے میں بخوبی ہو چکا ہے کہ ایک ثابت شدہ اور سزا یافتہ دہشت گرد کے لئے ہمارا میڈیا ''دہشت گرد'' کا لفظ استعمال کرنے سے کتراتا رہا۔ آپ 2001ء سے پیچھے چلے جائیں تو آپ کو یاد آئے گا کہ دنیا میں مجموعی طور پر امن و آشتی تھی۔ خود عالمِ اسلام میں وہ اضطراب و انتشار اور داخلی خلفشار نہیں تھا جو اب نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ اب جدھر نظر دوڑا کر دیکھئے، عالمِ اسلام کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک، بے اطمینانی، احتجاج، تشدد، خانہ جنگی، بالواسطہ غلامی غرض کہ ہر طرف فتنہ ہی فتنہ ہے۔

ایسا ہی ایک خطرناک کھیل گزشتہ دو برس سے شام میں جاری ہے۔ بات صرف سیاسی احتجاج سے شروع ہوئی تھی، دیگر عرب ملکوں کی نسبت شام میں ہونے والے مظاہرے ہلکے اور کمزور تھے، لیکن مارچ 2011ء میں یہ سب کچھ اس وقت یکسر تبدیل ہوگیا جب حکومتِ شام نے کچھ نوجوانوں کو حکومت مخالف تحریروں پر گرفتار کیا۔ آہستہ آہستہ یہ مظاہرے پہلے پُرتشدد اور پھر کھلی بغاوت میں تبدیل ہو گئے۔ مگر یہ سب کچھ حکومتی اقدامات کے ردِ عمل کے طور پر ہوا۔ بات سیاسی مطالبات سے شروع ہوئی تھی، لیکن عالمی میڈیا نے بڑی محنت اور لگن کے ساتھ اس کو شیعہ سنی تضاد بنا کر پیش کیا۔ کھلی بغاوت شروع ہوتے ہی ایک کے بعد ایک باغی گروہ میدان میں آنے شروع ہوئے، اور چونکہ اس کو شیعہ سنی تضاد بنا کر پیش کر دیا گیا تھا، لہٰذا دنیا بھر سے سنی مجاہدین شام پہنچنا شروع ہو گئے۔ حکومت مخالف چند بڑے مسلح گروپوں میں Al-Nusra Front, Syrian Islamic Front, Syrian Islamic Liberation Front,Free Syrian Army، اور غرباء الشام شامل ہیں۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ باغیوں کی پشت پناہی امریکہ اور اس کے اتحادی کر رہے ہیں۔ سوشل میڈیا پر کچھ اس قسم کے کارٹون دیکھنے کو عام مل رہے ہیں کہ امریکہ ایک طرف افغانستان میں دہشت گردوں کو مسلح کر رہا ہے اور دوسری طرف شام میں باغیوں کو، لیکن یہ مبالغہ آرائی ہے اور پروپیگنڈا پر مبنی ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی پشت پناہی صرف Free Syrian Army کو حاصل ہے، جو ایک سیکولر تنظیم ہے اور جس کی جدوجہد کا مقصد خلافت کا قیام نہیں۔ بقیہ تمام تنظیمیں جن کے نام اوپر ذکر کئے گئے، جہادی تنظیمیں ہیں، جن کے مجاہدین میں شامیوں کے علاوہ دنیا بھر سے آئے مسلمان شامل ہیں اور ان کا مقصد خلافت کا قیام ہے۔ ان تنظیموں کا نہ امریکہ سے کوئی تعلق ہے اور نہ امریکہ ان کو پسند کرتا ہے، بلکہ ''النصرہ فرنٹ'' پر امریکہ پابندی بھی لگا چکا ہے۔ یوں اس جنگ میں ایک طرف شامی حکومت ہے، دوسری جانب اسلام پسند جماعتیں ہیں۔ تیسری طرف امریکہ اور اس کے اتحادی Free Syrian Army کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ شامی حکومت کو ایران، حزب اللہ اور روس کی پشت پناہی حاصل ہے۔ چین بھی اس دھڑے بندی میں روس، ایران اور شام کا ہم خیال ہے۔ جبکہ اسلام پسند گروپوں کی پشت پناہی عالمی جہادی نیٹ ورک اور پرائیویٹ فنانسر کر رہے ہیں جو افغانستان سے لے کر اسلامی مغرب تک اور وسط ایشیا سے لے کر یمن تک ان تنظیموں کے پیچھے ہیں۔ شامی جنگ کے اثرات لبنان، اردن، اسرائیل، فلسطین، عراق اور ترکی میں بھی محسوس کئے جا رہے ہیں۔ بین الاقوامی مبصرین اس 'خوف' کا اظہار کر رہے ہیں کہ شام کی خانہ جنگی پورے خطے میں ایک بڑی شیعہ سنی جنگ میں تبدیل ہوسکتی ہے۔ یہ جنگ صرف شام کے اندر 80 ہزار لوگوں کو نگل چکی ہے۔ زخمی ہو جانے والے الگ ہیں۔ یہ اعداد و شمار بھی کس حد تک ٹھیک ہیں، کچھ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ بین الاقوامی میڈیا کے اپنے مفادات اور کچھ جنگ کے حالات کے باعث شام کے صحیح حالات کے بارے میں معلومات کا حصول انتہائی مشکل ہے۔ یہاں تک کہ پاکستانی میڈیا بھی شامی خبروں کو سنسر کر رہا ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب سزا اور جزا اور دنیا کے خاتمے پر یقین رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سائنس بھی دنیا کے خاتمے کو تسلیم کرتی ہے۔ انسان نے اپنی تاریخ میں ہر چیز کا انکار کیا ہے، خدا کا انکار، رسولوں اور نبیوں کا انکار، آسمانی کتابوں کا انکار وغیرہ، لیکن موت دنیا کی واحد اٹل حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ دنیا کے اختتام کے بارے میں سب سے کامل اور اکمل عقیدہ اسلام کا ہے۔ آخری زمانے اور قربِ قیامت سے متعلق جو پیشین گوئیاں پیغمبرِ اسلام نے کی ہیں وہ تمام (چھوٹی پیشین گوئیاں) قریب قریب پوری ہو چکی ہیں۔ علماء کرام کے خیال میں اب وہ وقت شروع ہوا چاہتا ہے کہ جب بڑی علامات کے متعلق آخری پیشین گوئیاں پوری ہوں۔

اسلامی پیشین گوئیوں میں سے اکثر احادیثِ رسول ﷺ میں موجود ہیں۔ احادیث کو تو اتر سے پڑھنے اور پرکھنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شام کے بارے میں آپ ﷺ نے ہمیں خاص طور پر تلقین فرمائی ہے۔ بلادِ الشام یا تاریخی شام میں Levant کا پورا علاقہ شامل ہے، جس میں موجودہ اسرائیل، فلسطین، لبنان، اردن، شام اور مصر و عراق کا کچھ علاقہ بھی شامل ہے۔ شام ہی امام مہدی کا ہیڈ کوارٹر ہے اور شام ہی کے بارے میں حدیث کا مفہوم ہے کہ جب فتنہ پھیل جائے تو ایمان شام میں پایا جائے گا۔ شام کا دارالحکومت دمشق آخری جنگ میں مسلمانوں کا ہیڈ کوارٹر ہو گا۔ حدیث کے مفہوم کے مطابق آخری زمانے میں عراق،

یمن اور شام میں جنگ شروع ہوگی اور مسلمانوں کو تلقین کی گئی کہ وہ شام کا رخ کریں کہ شام اللہ کے خاص بندوں کا ٹھکانہ ہے اور اللہ کے فرشتے نصرت کے لئے وہاں نازل ہوں گے۔ جہاں شام امام مہدی کا ہیڈ کوارٹر ہے، وہیں امام مہدی کی مدد کو جانے والی کالی پگڑیوں، کالے جھنڈوں، اور قطوانی عباؤں والی مسلمان خراسانی فوج ہند پر غلبہ پانے کے بعد امام مہدی کی حکومت کے قیام اور فلسطین کی آزادی کے لئے بلادِالشام کا رخ کرے گی اور مقام ایلیاء تک اُس کو کوئی طاقت روک نہ پائے گی۔ ہند پر غلبہ پانے کی روایت کا موجودہ حالات سے موازنہ کرکے اور تاریخی خراسان کو سامنے رکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ خراسانی فوج پاکستان یا افغانستان یا دونوں سے مجموعی طور پر نمودار ہوگی۔

یہاں دلچسپ بات یہ ہے کہ بلادِالشام ہی وہ علاقہ ہے جہاں پر یہودی گریٹر اسرائیل قائم کرنا چاہتے ہیں، جو ان کے نزدیک تاریخی ریاست اسرائیل کا دوبارہ قیام ہوگا، اور جس کے بغیر ان کا آخری بادشاہ نمودار نہیں ہوگا جو دنیا پر ان کی بادشاہت قائم کرے گا۔ اس بادشاہ کے ظہور کی دوسری اہم ضرورت مسجدِ اقصیٰ کو گرا کر اس کی جگہ ہیکلِ سلیمانی کی دوبارہ تعمیر ہے۔ اور Dispensationalist Christianity کہ جس سے امریکی حکمران طبقے کا تعلق ہے اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ یہودی جب تک اپنی تاریخی سلطنت قائم نہیں کرلیں گے، عیسیٰ بن مریم علیہ السلام واپس نہیں آئیں گے نہ ان کو ہی جنت میں اٹھایا جائے گا، تاکہ دنیاوی تکالیف سے ان کی جان چھوٹ جائے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آج سے کچھ برس پہلے امریکی حکومت بڑی شدومد سے نئے مشرق وسطیٰ یا(New Middle East) کا نعرہ لگاتی رہی۔ پھر ایک وقت آیا کہ یہ نعرہ لگانا چھوڑ دیا گیا اور کچھ عرصے بعد ''عرب بہار'' نمودار ہوگئی۔

اس بات میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں کہ شام کے حالات کے باعث امنِ عالم کو شدید خطرات درپیش ہیں اور بڑی طاقتیں جو کھیل کھیل رہی ہیں اگر وہ خطے میں پھیل گیا تو اس سے وہ بدامنی اور خون خرابہ ہوگا جس کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملے گی۔ مستقبل قریب میں افغانستان، پاکستان اور شام کے حالات دنیا کے مستقبل کا تعین کریں گے۔ ان ممالک کا امن یا تباہی دنیا کو امن یا تباہی کے دہانے پر لا کر کھڑا کرسکتے ہیں۔

عوام کے حقوق کی بازیابی

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

مخدوش ترین حالات میں بننے والی اسمبلی اور حلف اٹھانے والے وزیراعظم کے لیے ایک طرف ہمہ نوع چیلنج تیار کھڑے ہیں، دوسری جانب عوام کی توقعات کا گراف نہایت اونچا ہے۔ وزیراعظم کی جانب سے عجز سے اللہ کے آگے جھکا ہوا سر اور سنجیدگی، 12 سال سیکولرازم کے ہیضے کے بعد ایک خوش آئند آغاز ہے۔ اگرچہ عوامی مسائل، معیشت کی بحالی اور بجلی کا بحران ان کی سوچ پر حاوی ہے۔ مشیران کرام بھی فی الوقت اسی پر توجہ مرکوز رکھوانے کی فکر میں ہیں۔ اسی لیے غیر متوقع طور پر فاٹا، طالبان سے مذاکرات، جنگی مسائل پر پہلی تقریر میں خاموشی رکھی گئی۔

تاہم ان سلگتے مسائل سے نمٹنے کے لیے سب سے پہلے جنگ کا چولہا بجھانا ہوگا۔ یہ جنگ خواہ ہماری ہے یا کسی اور کی پاکستان اس کا مزید متحمل نہیں ہوسکتا۔ اس سے صرف نظر کرکے باقی مسائل حل کرنا ممکن نہیں۔ معیشت کا براہ راست تعلق امن وامان سے ہے اور امن کے نیچے ان کی جنگ کا چولہا جل رہا ہے جس کی لو مدھم نہیں پڑنے دی جاتی۔ نام طالبان یا کالعدم تنظیموں کے لیے جاتے ہیں۔ پس پردہ ہاتھ بار بار بے نقاب ہوتے ہیں، لیکن نادیدہ ہاتھ ایسی خبروں کا گلا گھونٹ دیتے ہیں۔ ٹارگٹ کلنگ کی ایک انڈسٹری امریکہ نے کھول رکھی ہے خواہ وہ ڈرون حملوں کی صورت ہو یا کراچی میں بالواسطہ ان کے مقامی کارندوں کے ہاتھوں۔ لہٰذا یہ ناگزیر ہے کہ خیبر پختونخوا حکومت کی طرح پہلی توجہ ملکی سلامتی، خود مختاری پر ڈرون حملہ کرنے والوں پر مرکوز کی جائے۔ اس پر اب پوری قوم یک زبان ہے۔ قبائل پر ڈرون، توپخانے اور F-16 گن شپ ہیلی کاپٹر مسلط ہیں۔ امن پاکستان میں کیونکر قائم ہوسکتا ہے یہ سب ہٹائے بغیر۔ مذاکرات میں ہماری عدم سنجیدگی اور سہل پسندی کا چلن عوام کے حق میں سنگدلانہ بے رحمانہ ہے۔

ذرا امریکی عینک اتار کر اور دانشوری ایک طرف رکھ کر دیکھیے۔ مذاکرات کے فریقین کو۔ ایک طرف شاندار گاڑیوں سے نکل کر پرتعیش زندگی کے حامل، ایئرکنڈیشنڈ خوابناک ماحول میں آکر کرسی سنبھالیں گے دوسری جانب وزیرستان، اورکزئی سے قبائلی پٹی کے وہ نمائندگان بیٹھیں گے جن کے بیٹے، بھائی، ہمسائے، بچے، عورتیں شہید ہوئے۔ کاروبار تباہ، بجلی کا مکمل صفایا جھلستی گرمی میں، ہسپتال، ادویات کی دکانیں بمباری کی نذر۔ سر پر دن رات دندناتے ڈرون۔ یہ مذاکرات گن پوائنٹ اور ڈرون پوائنٹ پر گویا ہوں گے۔ اگر ہونے دیے گئے! وگرنہ خون اور بارود کا کھیل جاری رہے گا۔ عوام کی لاشوں پر جمہوریت کا انتقام جاری رہے گا۔ یہ ہماری جنگِ صنعت پر پلنے والے عناصر (سرکاری درباری میڈیائی) کی ضرورت کا تقاضا ہے۔ تاہم یہ نہ بھولیے، امریکہ 49 ملکوں کی بارات تابوتوں کی صورت لے کر لوٹ گیا، اب کیا ہم قسمت آزمائی کریں گے؟ تلخ حقیقت تو یہ ہے کہ غریب ماؤں کے جن بیٹوں کو پورے ملک سے اس جنگ میں جھونک رکھا ہے وہ نور جہاں کے نغموں پر پالے گئے ہیں۔ ''میرے نغمے تمہارے لیے ہیں۔'' یا ماہی چھیل چھبیلا ان نغموں میں اتنی طاقت کہاں کہ وہ مسلط کی گئی اندھی قوت کے مقابل سورۃ انفال اور توبہ پڑھ کر مر مٹنے کو اٹھ کھڑے ہونے والے دیوانوں کے خلاف قدم جما سکیں؟ سنجیدگی اور سچائی سے امریکی ملمع اتار کر آپ کو حقیقت پسند بننا ہوگا۔

امریکہ جس جنگ سے دست بردار ہورہا ہے آپ اسے جاری رکھنے کے شوقین ہیں؟ فوج واپس بلائیے۔ (آپریشن بند کریں۔ پھر قبائل جو ساٹھ سال پُرامن رہے کسی کو نشانہ کیوں بنائیں گے؟) فوج کو آئے روز نت نئی دھمکیاں (اب سکھوں کے حوالے سے) دیتے دشمن کی ڈیوٹی پر لوٹائیے۔ بھارت کی مسلم دشمنی آپ بھول

گئے ہوں تو ذرا برما میں اسے بدھوں کی پیٹھ تھپکتے آر ایس ایس والے ہتھکنڈوں کی تربیت دیتے دیکھ لیجیے۔ (2 لاکھ مسلمانوں کا قتل!)

عوام کو ریلیف دینے میں سب سے پہلے 12 سال رگیدے جانے والے مظلوم ترین طبقے کی خبر لیجیے۔ لاپتہ افراد اور ان کے ایڑیاں رگڑتے رلتے بوڑھے، عورتیں اور بچے۔ وزیراعظم کے خیر مقدم (احتجاج نہیں) کے لیے آمنہ جنجوعہ کا دکھی قبیلہ امید بھری نظریں اور دعاؤں بھری جھولیاں لیے وہاں موجود تھا۔ ڈرونز کے ساتھ ساتھ اغواکاری کی یہ صنعت بند ہونی چاہیے۔ جن بڑوں کے حکم، تربیت، آشیر باد اور خوشنودی (بصورت ڈالرز) کے لیے یہ صنعت شروع کی گئی وہ بھی اب گوانتاناموبے سمیٹنے کے چکر میں ہیں۔ مگر ہمارے ہاں اس صنعت سے وابستہ ہزاروں ریٹائرڈ اور حاضر سروس صاحبان کے بے روزگار ہو جانے کا اندیشہ آڑے آتا ہے۔ گورکنوں کی طرح ان کا رزق انسانوں کے غموں سے وابستہ ہے۔ سندھ ہائی کورٹ، پشاور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس صاحبان نے جتنا شدید نوٹس انسانی حقوق کی ان پامالیوں کا لیا ہے وہ نہایت اہم ہے۔

آئین کی تضحیک اور شہریوں کے بنیادی حقوق کے چیتھڑے اس کھلی چھٹی سے اڑائے گئے ہیں۔ اس نئے دور میں یہ تمام خون آلود آہوں اور سسکیوں کے دھویں سے سیاہ نقوش کہن مٹانے کی ضرورت ہے۔ شہریوں کے بنیادی حقوق کی پامالی کے لیے امریکہ کی نقالی میں 2008ء، 2011ء، 2012ء میں آئین سے متصادم کالے قوانین، (فیئر ٹرائل بل کے نام پر بدترین ان فیئر بل) قبائلیوں کی بیخ کنی کے لیے گورے کا FCR یہ سب نظر ثانی کے متقاضی ہیں۔ پاکستان کے عوام مظلوم ترین ہیں کہ ان سے بدترین دشمنی ان کی اپنی حکومتوں اور تحفظ کے ذمہ دار اداروں نے کی ہے۔ وزیراعظم نواز شریف سے بہتر اس ذلت و عقوبت کے ذائقے کو کون جانتا ہوگا۔

جناب! یہ شہری سالہا سال سے یہ سب بھگت رہے ہیں۔ قانون، آئین انہیں 24 گھنٹے کے اندر عدالت میں پیش کرنے اور حقیقی فیئر ٹرائل کا حق دیتا ہے۔ یہاں قوم کی بھینسیں لاٹھی والوں نے دبا رکھی ہیں اور کوئی پُرسان حال نہیں۔ نوید بٹ (حزب التحریر) کو اٹھایا۔ سال بھر سے کوئی اتا پتا نہیں۔ اسامہ وحید کو پنڈی عدالت نے جعلی مقدمے سے بری کر دیا۔ خوشی خوشی گھر لوٹتے ہوئے کراچی ایئرپورٹ سے اٹھا کر لاپتا رکھا۔ اب خبر ہو رہی ہے کہ وہ انٹرنمنٹ سنٹر لکی مروت میں پائے جاتے ہیں۔ چیف جسٹس سندھ ہائی کورٹ کی ناراضی بجا ہے کہ افراد کو کراچی اور سندھ سے اغوا کر کے عدالت کی رسائی سے باہر فاٹا پاٹا کے خفیہ حراستی مراکز میں ڈال دیا جاتا ہے۔

یہ 21 انٹرنمنٹ سنٹر فاٹا اور 7 پاٹا میں ہیں۔ یاد رہے کہ انٹرنمنٹ سنٹر، غیر قانونی کارروائی سنٹر ہزاروں کی نظربندی ہٹلر کی یادگار ہیں، جو 21ویں صدی میں پاکستانی شہریوں پر آزمائی جا رہی ہے۔ انٹرنمنٹ کا ایک معنی لاش قبر کو سونپنا ہے۔ یہ انٹرنمنٹ (جو عقوبت خانوں کے بعد زیادہ بہتر صورت جانی گئی ہے!) پورے خاندانوں کو زندہ درگور کرتی ہے۔ ایک افسر کا یہ اپنا اعتراف ہے کہ اٹھائے گئے بکثرت لوگ نوجوانوں میں سے بہترین ہیں۔ صف دشمناں کی خوشنودی کے لیے اٹھائے جانے والوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ (انجینئر، ڈاکٹر، حافظ، عالم) بہترین گھرانوں کے چشم و چراغ، سنجیدہ، نیکوکار باشرع نوجوانوں کی کثیر تعداد شامل ہے۔ کیوں نہ انہیں قوم کے سامنے لایا جائے۔ عدالتوں میں شنوائی ہو۔ مقدمہ پیش کریں، ثبوت لائیں۔ ان کے لیے کوئی این آر او نہیں؟ بلوچستان بالخصوص اس مسئلے سے سلگ رہا ہے۔ عبدالمالک بلوچ کہہ چکے 'لاپتا کی بازیابی کے بغیر ایک قدم آگے نہیں اٹھایا جا سکتا! جناب قانون و آئین کی بالادستی آپ کی اولین ترجیحات میں سے ہو۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو!

تبدیلی مقام

رفقاء متوجہ ہوں

تنظیم اسلامی کے پروگرام

مبتدی تربیتی کورس

30 جون تا 06 جولائی 2013ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

اور

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

05 تا 07 جولائی 2013ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

جو جامع مسجد العابد حیات سر روڈ گوجر خان میں منعقد ہونے تھے

اب اس کی بجائے

"مسجد طیبہ بالمقابل گورنمنٹ کالج جی ٹی روڈ جہلم" میں

منعقد ہوں گے، ان شاء اللہ۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0312-6612792,0333-5133598

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت : (042)36316638-36366638
0332-4178275

دینی جماعتوں نے الیکشن میں کیا کھویا؟ کیا پایا؟

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانِ گرامی: **ایوب بیگ مرزا** (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

سوال: بعض لوگ اور لبرل دانشور یہ رائے رکھتے ہیں کہ علمائے کرام اور خدام الدین کو سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔ اس سے معاشرہ میں ان کی عزت کم ہوتی ہے۔ آپ اس حوالہ سے کیا کہیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: ہر ذی شعور آدمی سیاست میں حصہ لیتا ہے۔ انسان ایک معاشرتی حیوان ہے۔ فرد معاشرے کا لازمی جز ہے۔ معاشرے کے اجتماعی نظام کو چلانے کا نام سیاست ہے۔ نظام کو بہتر طریقے سے چلایا جائے تو معاشرہ میں امن وسکون ہوگا، وگرنہ بگاڑ پیدا ہو گا۔ ایک ذی شعور شخص معاشرے کو سنوارنے کا خواہش مند ہوگا تو سیاست میں حصہ لے گا۔ اگر کسی شخص کی فطرت مسخ ہوگی تو وہ معاشرے کو بگاڑے گا، یہ بری سیاست کہلائے گی۔ اس اعتبار سے یہ کہنا درست نہیں کہ علمائے کرام اور رجال دین کو سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ’’بنی اسرائیل کی سیاست اُن کے انبیاء کرتے تھے۔‘‘ صحابہ کرام ؓ نہ صرف مقامی سیاست میں حصہ لیتے تھے، بلکہ وہ انٹرنیشنل سیاست کو بھی زیر بحث لاتے تھے۔ یہ انسان کی فطرت کا حصہ ہے کہ وہ اپنے معاملات کو مل جل کر چلائے۔ یہی سیاست ہے۔ صرف پانچ سال بعد ایک بار بیلٹ باکس میں ووٹ کی پرچی ڈال کر باقی ہر چیز سے لاتعلق ہوکر بیٹھ جانا سیاست نہیں ہے۔ سیاست کی کئی قسمیں ہیں، مثلاً: عملی سیاست، نظری سیاست، انتخابی سیاست، انقلابی سیاست وغیرہ۔ یہ تو ہوسکتا ہے کچھ لوگ عملی سیاست میں حصہ لیں جبکہ کچھ لوگ نظری سیاست میں یقین رکھتے ہوں۔ سیاسی نظام کو بہتر طریقے سے چلانے کے لیے علماء کرام کو سیاست میں بھرپور حصہ لینا چاہیے۔ البتہ انھیں سیاست میں اس انداز سے حصہ لینا چاہیے کہ ان کا اپنا معیار برقرار رہے، یعنی وہ غیر شرعی اور غیر اخلاقی ہتھکنڈوں کو اپنی سیاست کا حصہ نہ بنائیں۔

سوال: مذہبی جماعتوں پر اکثر و بیشتر غیر جمہوری عناصر کا ساتھ دینے کا الزام لگا ہے، اسی لیے ملا ملٹری الائنس کا طعنہ بھی ملا۔ یہ محض الزام ہے یا اس میں کسی قدر حقیقت ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اگر پاکستان کی انتخابی تاریخ کا غیر جانبداری سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آئے گی کہ دینی جماعتوں پر یہ الزام اگر سو فیصد درست نہیں تو کچھ زیادہ غلط بھی نہیں ہے۔ اس کی ایک وجہ ہے کہ ہمارے ہاں ایک ٹرینڈ بن گیا ہے کہ ہر شخص خود کو ملکی مفادات کا ٹھیکیدار سمجھتا ہے یعنی جو میں کر رہا ہوں صرف وہی ملکی مفاد میں ہے۔ ملٹری کے ساتھ دینی طبقات نے اگر تعاون کیا تو وہ خلوص سے یہ سمجھتے تھے کہ اسی میں ملکی مفاد پوشیدہ ہے۔ جنرل یحییٰ کی حکومت کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ اسے کچھ دینی رہنماؤں کا تعاون حاصل تھا۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں یہ تعاون بہت واضح ہو کر سامنے آیا تھا۔ بہت سے علمائے کرام کو وزارتیں ملیں، جماعتِ اسلامی کو بھی وزارتوں میں حصہ ملا تھا۔ اس اعتبار سے اس الزام میں جزوی صداقت موجود ہے۔

سوال: دینی جماعتوں سے دوسری سیاسی جماعتیں یہ توقع کیوں رکھتی ہیں کہ دورِ آمریت میں وہ سینہ ٹھونک کر آمر کا مقابلہ کریں اور دوسری طرف عام انتخابات میں انھیں ووٹ بھی نہیں ملتا۔ لہٰذا ان کا آمر حکومت کے ساتھ تعاون طعنہ کیوں بنا دیا جاتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ایوب خان کے مارشل لاء میں کچھ سیاسی جماعتوں نے ساتھ دیا جبکہ کچھ سیاسی جماعتوں نے مخالفت کی۔ اس وقت دینی جماعتوں نے بھی مارشل لاء کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ اصل بگاڑ اس وقت پیدا ہوا جب جنرل ضیاء کا ساتھ دینی جماعتوں نے دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جنرل ضیاء کا امیج ایک اسلام پسند شخص کا تھا۔ جنرل ضیاء کے مارشل لاء کو اسلامی مارشل لاء کہا جاتا تھا۔ بھٹو اور پیپلز پارٹی پر سوشلزم اور اینٹی اسلام جماعت کی چھاپ تھی۔ جب بھٹو کے خلاف تحریک چلی تو اس میں اسلامی جماعتیں پیش پیش تھیں۔ اس تحریک کے نتیجے میں ملکی سالمیت شدید خطرات سے دوچار تھی۔ انڈیا تو ایسے مواقع کی تاک میں رہتا ہی ہے۔ برادر ملک ایران بھی بلوچستان کے بارڈر پر اپنی فوجیں لے آیا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ پاکستان کے حصے بخرے ہوجائیں گے۔ ان حالات میں ہر شخص کی نظریں فوج پر تھیں کہ وہ آ کر انتخابات کرائے۔ یہ الگ بات ہے کہ فوج نے نوے دن کی بجائے گیارہ سال حکومت کی۔ اسی لیے وہ بدنام ہوئے۔ اگرچہ دینی جماعتیں جنرل ضیاء کے اسلامی امیج کے دھوکے میں آ کر طویل عرصے تک اس کے ساتھ تعاون کرتی رہیں، لیکن دوسری سیاسی جماتوں نے بھی موقع بموقع مارشل لاء حکومتوں کا ساتھ دیا ہے۔ ایوب خان کے مارشل لاء سے بھٹو اور ان کی جماعت نے تعاون کیا تھا۔ ضیاء الحق سے دینی جماعتوں نے تعاون کیا تو مشرف سے مسلم لیگ ’’ق‘‘ نے تعاون کیا۔ لہٰذا سارا الزام صرف دینی جماعتوں پر دھرنا درست نہ ہوگا۔ دراصل دینی جماعتوں سے لوگوں کی توقعات ذرا مختلف ہی نہیں کچھ زیادہ ہوتی ہیں، اس لیے ان پر تنقید زیادہ ہوتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دینی جماعتوں پر تنقید زیادہ تر سیکولر طبقات کی طرف سے ہوتی ہے جن کا میڈیا پر کنٹرول ہے۔ میڈیا کے ذریعے کہی گئی بات جلد عام ہوجاتی ہے۔ اس لیے صرف دینی جماعتوں ہی کو مارشل لاء حکومتوں سے تعاون کا الزام سننا پڑا۔

سوال: مذہبی جماعتیں اگر متحد ہوکر الیکشن میں حصہ لیں تو کامیاب ہوسکتی ہیں، لیکن 2002ء میں ایم ایم اے صرف پختونخوا میں حکومت بنانے میں کامیاب ہو سکی۔ سوال یہ ہے کہ صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کو حکومت حاصل ہونے کے بعد اسلامی نظام کے قیام کے حوالہ سے کیا پیش رفت ہوئی؟

ایوب بیگ مرزا: یہ تصور ہمیشہ سے ہے کہ اگر دینی جماعتیں متحد ہوکر انتخابات میں حصہ لیں تو غالب اکثریت لے کر ملک میں اسلامی نظام قائم کرسکتی ہیں۔ اس معاملے میں میری رائے بالکل مختلف ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ پچاس سال بعد کوہ ہمالیہ کی جگہ سمندر بہہ رہا ہوگا تو میرے لیے اس بات کو قبول کرنے کے زیادہ امکانات ہیں بہ نسبت اس بات کے کہ پچاس سال بعد دینی جماعتیں انتخابات میں سویپ کر جائیں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

پاکستان کے معروضی حالات اور ہیئت ترکیبی کے پس منظر میں دینی جماعتیں انتخابات کے راستے کبھی اکثریت حاصل نہیں کر سکتیں۔ مجھے اس کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ میرے دعوے کی وجہ یہ ہے کہ 1946ء میں پنڈت نہرو نے اعلان کیا تھا کہ ہندوستان کی آزادی کے بعد ہم بھارت سے جاگیرداری نظام ختم کر دیں گے۔ اس وقت بڑے بڑے جاگیردار کانگریس چھوڑ کر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔ بھارتی قیادت نے نہ صرف اعلان کیا بلکہ آزادی کے فوراً بعد اس پر فوراً عمل درآمد کیا۔ بدقسمتی سے پاکستان میں ایسا نہ ہو سکا۔ لہٰذا جب تک جاگیرداری نظام کا خاتمہ نہیں ہوتا، ہمارے ہاں دینی جماعتوں کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں۔ جاگیرداری نظام رکاوٹ اس لیے ہے کہ اوّل تو دینی جماعتوں میں جاگیرداروں کی نمائندگی نہیں ہوتی۔ کیونکہ نظریے کی بنیاد پر کسی جاگیردار کے لیے نظریاتی جماعت میں شامل ہونا ممکن نہیں۔ شاذ و نادر کوئی ایک مثال ہو سکتی ہے ورنہ ایسا ہونا محال ہے۔ ہمارے ہاں اکثر لوگ دیہاتوں میں آباد ہیں، جن کا ووٹ اپنے علاقے کے وڈیرے کی مرضی سے کاسٹ ہوتا ہے۔ دوسرے ہمارے ہاں برادری ازم کے زیر اثر ووٹ کاسٹ ہوتا ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ کسی جماعت کے منشور کو پسند کرنے کے باوجود کہہ دیتے ہیں کہ میں اپنی برادری کے نمائندے کو ووٹ دوں گا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں فرقہ واریت بری طرح ہمارے اندر سرایت کر چکی ہے۔ اہل سنت کے کئی گروہ ہیں۔ اہل تشیع میں کئی گروہ ہیں۔ اہل حدیث میں کئی گروہ ہیں۔ دیو بندیوں اور بریلویوں میں کئی گروپ بندیاں ہیں۔ اس کا نقصان یہ ہوتا ہے دینی ووٹ تقسیم ہو جاتا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ اگر تمام دینی جماعتیں متحد ہو جائیں تو یہ ووٹ تقسیم نہیں ہوگا۔ اسی تصور کے تحت ایم ایم اے وجود میں آئی، جس میں کچھ دینی جماعتیں متحد ہوئیں جب کہ کچھ چھوٹی جماعتیں اس وقت بھی اس اتحاد میں شامل نہ ہوئی تھیں۔ اس لیے یہ مکمل طور پر تمام دینی جماعتوں کا اتحاد نہ تھا۔ بہرحال انہیں صوبہ سرحد میں حکومت ملی۔ جبکہ مرکز میں 51 سیٹیں ملیں۔ اگرچہ کہنے والے کہتے ہیں کہ صوبہ سرحد میں ان کی حکومت مشرف کی آشیر باد سے قائم ہوئی تھی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مشرف جو ایک اینٹی اسلامک شخص تھا، اس نے ایسا کیوں کیا؟ اصل میں ہمارے ہاں جو شخص اقتدار میں آتا ہے اس کی تمام تر توجہ اپنے اقتدار کو طول دینے پر ہوتی ہے۔ مشرف دراصل امریکا کو صوبہ سرحد میں دینی جماعتوں کا ہوا دکھا کر کہ افغانستان سے ملحقہ متاثرہ صوبہ میں اسلام پسند حکومت میں آ گئے ہیں اور اب اگر تم نے وہاں کوئی کارروائی کرنی ہے تو تم میرے محتاج ہو۔ یعنی تمہیں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے میرے اقتدار کو برداشت کرنا ہوگا۔ ایم ایم اے کے دور میں اسلام کے حوالے سے پیش رفت نہ ہونے کی وجہ پاکستانی تاریخ کی ایک بڑی بدقسمتی ہے۔ اسلامی قانون سازی تو دور کی بات وہ صوبے میں گڈ گورننس کی مثال بھی قائم نہ کر سکے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ انتخابات کے راستے اسمبلیوں میں پہنچے تھے جبکہ اینٹی اسلامک قوتیں نہ صرف اسمبلیوں میں موجود تھیں بلکہ عدلیہ، فوج اور بیوروکریسی میں موجود تھیں۔ لہٰذا ایم ایم اے نے جو ''حسبہ بل'' پیش کیا اس کا برا حال ہوا۔ اگر دینی جماعتیں انتخابات کا راستہ چھوڑ کر انقلاب کا راستہ اختیار کریں تو اس صورت میں اینٹی اسلام قوتوں کو کرش کر کے پاور میں آئیں گی۔ اس صورت میں نتائج مختلف ہوں گے۔ ایک درمیانی راستہ بھی ہے۔ 65 سالہ پاکستانی تاریخ گواہ ہے کہ دینی جماعتوں نے جب بھی اسمبلیوں سے باہر مطالباتی تحریک چلائی تو انہیں کامیابی ہوئی ہے۔ اگر دینی جماعتیں اب بھی صرف نفاذِ شریعت کے لیے تحریک چلا کر حکمرانوں پر دباؤ ڈالیں تو انہیں عوامی حمایت حاصل ہوگی اور ان کی کامیابی یقینی ہے۔ دینی جماعتوں نے اب تک دینی ایشوز پر تحریک چلائی ہے، افسوس خالص نفاذِ شریعت اور اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے مطالبے پر آج تک کوئی تحریک نہیں چلی۔

مولانا مودودیؒ نے 1971ء میں جبکہ وہ امیر نہیں تھے، شوریٰ کے سامنے جا کر یہ کہا تھا کہ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہم انتخابات کے ذریعے پاکستان میں اسلام نافذ نہیں کر سکیں گے۔

سوال: 2013ء میں مذہبی جماعتوں کا اتحاد کیوں تشکیل نہ پا سکا۔ ذمہ دار کون ہے، جماعت اسلامی یا جے یو آئی (ف)۔ اگر یہ اتحاد وجود میں آ جاتا تو کیا انتخابات کے نتائج مختلف ہوتے؟

ایوب بیگ مرزا: جب الیکشن کے انعقاد کا وقت قریب آیا اور مولانا فضل الرحمٰن جو پیپلز پارٹی، ایم کیو ایم اور اے این پی کے اتحادی تھے، مرکزی حکومت سے الگ ہو گئے۔ انہیں معلوم تھا کہ ان کی پوزیشن پیپلز پارٹی کے ساتھ اتحاد کی وجہ سے خراب ہو چکی ہے۔ صوبہ خیبر پختونخوا میں لوگوں کا مذہب کی طرف رجحان باقی صوبوں کی نسبت زیادہ ہے، لہٰذا انہوں نے حکومت سے باہر آ کر ایم ایم اے کی بحالی کی کوشش کی۔ اس حوالے سے جب جماعتِ اسلامی کے امیر منور حسن سے ان کی ملاقاتیں ہوئیں تو انہوں نے مولانا فضل الرحمٰن سے کہا کہ ایم ایم اے کی بحالی سے پہلے ہمیں جائزہ لینا چاہیے کہ وہ بے حال کیوں ہوئی۔ ان کی بات بالکل درست اور غور طلب تھی کہ پہلے ان عوامل کا تعین کیا جائے اور پھر ان کا تدارک کرنے کے بعد ایم ایم اے کو بحال کیا جائے۔ مولانا فضل الرحمٰن اس معاملے پر غور کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اس سے پہلے مولانا فضل الرحمٰن کے اسی رویے کے باعث قاضی حسین احمد مرحوم بھی کافی دل برداشتہ ہو گئے تھے اور 2003ء والی اسمبلی میں انہوں نے جانا چھوڑ دیا تھا۔ بہرحال مولانا فضل الرحمٰن نے منور حسن کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا اب یہ خود فیصلہ کر لیجیے کہ ایم ایم اے کی بحالی میں جماعتِ اسلامی رکاوٹ تھی یا مولانا فضل الرحمٰن کا رویہ۔ پہلے بھی ایم ایم اے میں مولانا فضل الرحمٰن ہی فرنٹ پر تھے، جماعت اسلامی کی آواز کو کوئی اہمیت نہ دی جاتی تھی۔ بہرحال ان وجوہات کی بناء پر ان انتخابات میں دینی جماعتوں کا کوئی اتحاد نہ بن سکا۔

سوال: سیاسی جوڑ توڑ جمہوریت کا حصہ ہے (خاص طور پر پاکستان میں)۔ کیا اسلامی جماعتوں کو بھی اس جوڑ توڑ میں حصہ لینا چاہیے؟ کیا اسلامی اخلاقیات اس کی اجازت دیتی ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: انتخابی سیاست میں دینی جماعتوں کے لیے سب سے بڑی مشکل یہی ہے۔ اہل دین روایتی سیاست کے غیر اخلاقی اور غیر شرعی ہتھکنڈوں کو نہیں اپنا سکتے نہ انہیں اپنانا چاہیے۔ اسی لیے ہمارا موقف ہے کہ دینی جماعتوں کو انتخابی سیاست کی بجائے نظری، انقلابی اور تحریکی سیاست میں حصہ لینا چاہیے۔ اگر کوئی انتخابات میں اس ارادے سے حصہ لیتا ہے کہ میں ان خرابیوں میں حصہ نہیں لوں گا خواہ مجھے شکست ہو جائے تب کوئی حرج نہیں۔ عموماً ایسا کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے کہ کوئی کسی جدوجہد میں ہارنے کے لیے

حصہ لے۔ اس تناظر میں یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ دینی جماعتوں اور علماء کرام کو انتخابات میں حصہ لینے کا پورا حق ہے، تاہم ان بنیادوں پر جبکہ یہ برائیاں بالخصوص ہمارے ہاں انتخابی سیاست کا ناگزیر حصہ بن گئی ہیں، دینی طبقات کو انتخابی سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔ بہرحال دین کے معاملے میں انہیں بنیادی اخلاقیات کو کسی بھی صورت ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔

سوال: دینی سیاسی جماعتیں یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ انہوں نے انتخابات کے ذریعے پارلیمنٹ میں رسائی حاصل کر کے سیکولرازم اور ملحد نظریات کا راستہ روکا ہے۔ آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: دینی طبقات جو الیکشن کی سیاست میں حصہ لیتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اگرچہ ہم نفاذِ دین کے حوالے سے کوئی مثبت رول ادا نہیں کر سکے لیکن اینٹی اسلامک معاملات کا راستہ ضرور روکا ہے۔ میرے نزدیک ان کا یہ دعویٰ صرف 10 فی صد درست ہے۔ پاکستان کی تاریخ کا جائزہ لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ملحد نظریات کی راہ میں رکاوٹ یا سیکولرازم کا راستہ روکنے کا معاملہ ہو تو پارلیمنٹ سے پہلے عوامی دباؤ کے نتیجے میں سڑکوں پر تحریک چلی ہے۔ 1974ء میں اینٹی قادیانی تحریک اس زور سے چلی تھی کہ بھٹو کو معلوم ہو گیا تھا کہ قادیانیوں کا دفاع کرتے ہوئے کہیں میرا اقتدار ہاتھ سے نہ چلا جائے۔ یہ تحریک بلاشبہ علماء نے برپا کی تھی اور اسی تحریک کے نتیجے میں بھٹو کو پارلیمنٹ کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا پڑا تھا۔ دینی جماعتوں کا اسمبلیوں میں ملحد نظریات کا راستہ روکنے کا دعویٰ اس حد تک صحیح ہے کہ جب اینٹی قادیانی تحریک کے نتیجے میں پارلیمنٹ میں بحث ہوئی تو اسمبلی میں موجود دینی طبقات نے مرزا ناصر کو کارنر کر دیا تھا۔ تاہم پارلیمنٹ میں علماء موجود نہ بھی ہوتے تو عوامی تحریک کے نتیجے میں بھٹو کو یہی فیصلہ کرنا پڑتا۔ اسی طرح C-295 کا معاملہ ہوا۔ ہمارے ہاں عموماً سمجھا جاتا ہے کہ حکومتوں کی اکھاڑ پچھاڑ امریکا کی مرضی سے ہوتی ہے اور یہ ایسا کچھ غلط بھی نہیں۔ C-295 شق کے تحت نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کی توہین کے مرتکب شخص کی سزا موت مقرر ہے۔ اس شق کی منظوری کے وقت امریکا نے پورا دباؤ ڈالا تھا کہ یہ منظور نہ ہو۔ بعد ازاں مختلف حکومتوں پر اس قانون کے خاتمے کے لیے بھی دباؤ ڈالا گیا۔ حتیٰ کہ کئی حکومتیں اس قانون کو ختم کرنے پر رضامند ہو گئیں۔ ان مواقع پر علمائے کرام نے عوام سے رابطہ کیا اور انہیں سڑکوں پر لائے۔ نتیجتاً حکومتیں اس اقدام سے باز رہیں۔ عوامی دباؤ کا مقابلہ کوئی حکومت نہیں کر سکتی۔ پولیس یا فوج اگر حکومت کے حکم پر گولی چلائے بھی تو ایک وقت میں اُسے حکم ماننے سے انکار کرنا پڑتا ہے۔ جب لاکھوں کا مجمع بے قابو ہو جائے تو فوج کے لیے اپنے لوگوں پر گولی چلانا ممکن نہیں ہوتا۔ 1977ء میں فوج نے گولی چلانے سے انکار کر دیا تھا۔ خلاصۂ کلام یہ کہ اگر باہر عوامی دباؤ موجود ہو تو اسمبلیوں میں دینی طبقات کی بات سنی جاتی ہے۔ اگر یہ باہر کا دباؤ نہ ہو تو اسمبلی میں ان کی بات سننے کو کوئی تیار نہ ہو۔ 1962ء میں صدر ایوب نے آئینی ترمیم کے ذریعے غیر شرعی عائلی قوانین نافذ کیے تھے۔ اس وقت تمام علماء کا مشترکہ مؤقف تھا کہ یہ قانون غیر اسلامی ہے۔ اس مسئلے پر چونکہ کوئی تحریک نہ اُٹھائی گئی، لہٰذا وہ قوانین آج تک موجود ہیں۔

سوال: انتخابات 2013ء میں بحیثیت مجموعی ناکامی نے دینی جماعتوں کے لیے کوئی نئی راہ کھولی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس حوالے سے دینی جماعتوں کی سوچ میں کوئی فرق آیا کہ نہیں کچھ کہنا قبل از وقت ہو گا۔ البتہ میں دینی جماعتوں کی خدمت میں فیض احمد فیض کا ایک مصرعہ پیش کرنا چاہتا ہوں ع

اب تم ہی کہو کیا کرنا ہے اب کیسے پار اُترنا ہے

دینی جماعتیں بھی نفاذِ اسلام کی منزل کے حصول کے لیے اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ایک مسافت طے کرنے والے کو یہ سوچنا چاہیے کہ میرے راستے میں اگر ایسی رکاوٹیں ہیں جنہیں ہٹا کر میں آگے نہیں بڑھ پا رہا تو اپنی سمت کو بدل لوں۔ اسی طرح اگر وہ سمجھ رہا ہے کہ میرا سفر مجھے منزل سے دُور کیے جاتا ہے تو پھر اُسے غور و خوض کر کے منزل تک پہنچنے کے لیے دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ ان انتخابات میں دینی جماعتوں کو اپنی پوزیشن دیکھتے ہوئے سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ انہیں اسمبلیوں میں صرف 19 سیٹیں ملی ہیں۔ لہٰذا انھیں نفاذِ اسلام کے لیے اب انتخابات کے علاوہ دوسرے آپشنز پر بھی غور کرنا چاہیے۔ جماعتِ اسلامی کے امیر منور حسن کا استعفا ہو سکتا ہے اسی غور و فکر کا نتیجہ ہو۔ مولانا مودودیؒ نے 1971ء میں جبکہ وہ امیر نہیں تھے اور نہ شوریٰ کا حصہ تھے خصوصی طور پر شوریٰ کے سامنے جا کر یہ کہا تھا کہ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہم انتخابات کے ذریعے پاکستان میں اسلام نافذ نہیں کر سکیں گے۔ اس پر شوریٰ میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور لوگوں نے انتخابات کے حق میں ایک سے بڑھ کر ایک دلائل دیے۔ مولانا نے آخر میں مسکرا کر کہا، یہ تمام دلائل میں نے ہی آپ کو سکھائے تھے، آج میں ہی آپ سے کہہ رہا ہوں کہ یہ راستہ قابلِ عمل نہیں ہے۔ بہرحال ان کی بات نہیں مانی گئی۔ اب وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ ان کی بات درست تھی۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا شروع ہی سے یہ مؤقف رہا ہے اور انہوں نے دینی جماعتوں کو یہ بات سمجھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اب دینی جماعتوں کو ہدف کے حاصل کرنے کے لیے ایک راستہ ترک کر کے دوسرا راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کرنا چاہیے۔ مقصود ہدف ہے راستہ نہیں۔ راستہ بدلا جا سکتا ہے، ہدف بدلنا نہیں چاہیے۔ ہمارے ہاں جو دینی لوگ انتخابات کے ذریعے کامیاب ہو کر آتے ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کو ارکانِ اسمبلی کی مؤثر تعداد حاصل نہیں ہوئی تو وہ ٹارگٹ ہی بدل لیتے ہیں۔ اس وجہ سے نفاذِ اسلام کی منزل دور ہوتی جا رہی ہے۔ اگر دینی جماعتیں سابقہ تجربات کی بنا پر خالصتاً نفاذِ اسلام کے لیے متحد ہو کر سڑکوں پر نکلیں اور نفاذِ اسلام کو ایشو بنائیں تو اللہ کی مدد و نصرت یقیناً ان کے ساتھ ہو گی اور بہرصورت انہیں کامیابی حاصل ہو گی۔ بالفرض محال یہاں ناکامی بھی ہوئی تو آخرت میں ضرور سرخرو ہوں گے۔

(مرتب: فرقان دانش)

قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔

فوری ضرورت ہے

لاہور میں واقع فیکٹری کے لئے فوری ضرورت ہے

☆ ایک ہونہار نوجوان ہیلپر کی، تعلیم مڈل ہو (یا صرف پڑھنا جانتا ہو) معقول تنخواہ کے علاوہ رہائش، اوور ٹائم اور دیگر سہولیات فراہم کی جائیں گی۔

☆ ایک تجربہ کار ڈرائیور کی، جو ذاتی لائسنس ہولڈر (ترجیحاً نوجوان) ہو، معقول تنخواہ کے علاوہ رہائش، اوور ٹائم TA/DA اور دیگر سہولیات فراہم کی جائیں گی۔

برائے رابطہ: 0333-4482381

کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے!

"فکر آخرت" پر دلوں کو جھنجوڑنے والی تحریر

☆ مرسل: عبدالمجید چغتائی ☆

حضور ﷺ نے فرمایا: "فکر کیا کرو۔" سڑک پر چلتے ہوئے کسی آدمی سے آپ پوچھیں کہ آپ کہاں سے آ رہے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔ اگر وہ جواب میں کچھ نہ بتا سکے تو آپ یقیناً اسے پاگل کہیں گے، لیکن اپنی عملی زندگی میں ہم خود اسی پاگل پن کا شکار ہیں۔ نہ اپنی ابتدا کی خبر اور نہ انتہا کی فکر۔ کیا ہم ہمیشہ اس رنگ و نور کی دنیا میں رہیں گے؟ یقیناً نہیں، ہم جانتے ہیں کہ ایک دن موت آ کر ہمیں ایک اندھیری قبر میں تنہا چھوڑ جائے گی۔ یہ خوبصورت لباس، لذیذ کھانے، عیش و آرام سب کچھ یہیں رہ جائے گا۔ ہمیں اتنا چاہنے والی ہستیاں ہمیں صرف ایک سفید کپڑے میں منوں مٹی کے نیچے تن تنہا چھوڑ جائیں گی۔ وہ لوگ جن کی خوشی کو ہم نے خدا اور اس کے رسول ﷺ کی خوشی پر ترجیح دی ہوگی چند دن بعد ہمیں بھول کر دوبارہ دنیا کی گہما گہمی میں مصروف ہو جائیں گے اور ہم اس اندھیری قبر میں تنہا ہوں گے۔

قبر دوسری زندگی کا دروازہ ہے۔ ہم میں سے ہر ایک نے کسی نہ کسی شخص کے لئے اس دروازہ کو کھلتے ہوئے اور پھر اس کے اوپر اس کو بند ہوتے دیکھا ہے۔ مگر ہم میں سے بہت کم لوگ ہیں جو یہ جانتے ہوں کہ خود ان کے لئے بھی یہ دروازہ ایک روز کھولا جائے گا اور پھر اسی طرح بند ہوگا جس طرح وہ دوسروں کے اوپر ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے۔ آدمی روز دیکھتا ہے کہ لوگ ایک ایک کر کے روزانہ خدا کے یہاں پیشی کے لئے بلائے جا رہے ہیں، مگر خود اپنے آپ کو اس طرح الگ کر لیتا ہے گویا عدالت الٰہی میں حاضری کا یہ دن اس کے اپنے لئے کبھی نہیں آئے گا۔

وہ دن آنے والا ہے جب تمام لوگ خدا کے پاس اس حال میں جمع کئے جائیں گے کہ ایک رب العالمین کے سوا سب کی آوازیں پست ہو چکی ہوں گی۔ اس دن صرف سچائی میں وزن ہوگا اور اس کے سوا تمام چیزیں اپنا وزن کھو دیں گی۔ یہ فیصلہ کا دن ہوگا۔ ہمارے اور اُس دن کے درمیان صرف موت کا فاصلہ ہے۔ ہم میں سے ہر شخص ایک ایسے انجام کی طرف چلا جا رہا ہے جہاں اس کے لئے یا تو دائمی عیش ہے یا دائمی عذاب۔ ہر لمحہ جو گزرتا ہے وہ ہم کو اس آخری انجام سے قریب تر کر دیتا ہے جو ہم میں سے ہر ایک کے لئے مقدر ہے۔ ہر بار جب سورج ڈوبتا ہے تو وہ ہماری عمر میں ایک دن اور کم کر دیتا ہے۔ اس عمر میں جس کے سوا آنے والے ہولناک دن کی تیاری کا اور کوئی موقع نہیں۔ ہم کو زندگی کے صرف چند دن حاصل ہیں جن کا انجام لامحدود مدت تک بھگتنا پڑے گا۔ جنت جس کا آرام بے حد خوشگوار ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

"جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا اور اس کی تمام نعمتوں سے افضل ہے۔" (بخاری)

اور دوزخ جس کی تکلیف بے حد دردناک ہے۔ اس بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا:

"دوزخ میں سب سے کم عذاب ہے آگ کے جوتے، اور ان کی گرمی بھی اس شدت کی ہوگی کہ کھوپڑی تک گرمی سے اُبل رہی ہوگی۔" (بخاری)

ہماری زندگی کی مثال برف بیچنے والے دوکاندار کی سی ہے جس کا اثاثہ ہر لمحہ پگھل کر کم ہوتا جا رہا ہو اور جس کی کامیابی کی صورت صرف یہ ہو کہ وہ وقت گزرنے سے پہلے اپنا سامان بیچ ڈالے، ورنہ آخر میں اس کے پاس کچھ نہ ہوگا، اور دکان سے اس کو خالی ہاتھ اٹھ کر جانا پڑے گا، پھر قبل اس کے کہ موت آ کر ہم کو اس عالم سے جدا کر دے جہاں صرف کرنا ہے اور اس عالم میں پہنچا دے جہاں کرنا نہیں صرف پانا ہے، ہمارے لئے ضروری ہے کہ اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کا صحیح استعمال سوچ لیں۔ ہم سب کو ایک روز مالک کائنات کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔

کیسے خوش نصیب ہوں گے وہ لوگ جن کو خدا اس دن اپنے وفادار بندوں میں شمار کرے۔ کیونکہ وہی لوگ اس دن عزت والے ہوں گے۔ کتنے بدنصیب ہوں گے وہ لوگ جن کو خدا رد کر دے، کیونکہ اُن کے بعد اُن کے لئے ذلت اور حسرت کی زندگی کے سوا کچھ نہیں۔ لوگ سو رہے ہیں، تاکہ اس وقت جاگیں جبکہ جہنمی شعلے ان کے لئے سونے کو ناممکن بنا دیں۔ لوگ غافل ہیں تاکہ اس وقت ہوشیار ہوں جبکہ محرومی اور رسوائی ان کے اوپر اس طرح ٹوٹ پڑے کہ ان کے لئے اس سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔

آج کی دنیا فریب کی دنیا ہے۔ موجودہ دنیا میں لوگ مصنوعی غلافوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ کسی کے لئے خوبصورت الفاظ اس کی اندرونی حالت کا پردہ بنے ہوئے ہیں۔ کسی کو اس کی مادی رونقیں اپنے پردے میں چھپائے ہوئے ہیں۔ ہر آدمی کو ایسے قانونی نکتے ہاتھ آ گئے ہیں جو اس کے جرم کو بے گناہی کا سرٹیفکیٹ عطا کریں۔ لوگوں نے ایسا خدا دریافت کر رکھا ہے جس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ تصور قائم کر لیا ہے کہ وہ صرف اس لئے دنیا میں تشریف لائے تھے کہ ہماری ساری بداعمالیوں کے باوجود خدا کے یہاں ہمارے یقینی سفارشی بن جائیں۔ لوگوں کو ایسی آخرت مل گئی ہے جہاں جنت صرف اپنے لئے اور جہنم صرف دوسروں کے لئے ہے۔ ایسی نمازیں مل گئی ہیں جن کے ساتھ ساتھ بے حیائی تکبر سب کچھ جاری رہ سکتا ہے۔ لوگوں کو ایسا دین ہاتھ آ گیا ہے جو صرف بحث و مباحثہ کرنے کے لئے ہے نہ کہ عمل کرنے کے لئے۔ مگر یہ خیالات صرف اس وقت تک ہیں جب تک کہ خدا ظاہر ہو کر اپنے انصاف کا ترازو نہ کھڑا کر دے۔

لوگ شعوری طور پر اسی دنیا کو ہار جیت کی جگہ سمجھتے ہیں۔ قرآن نے بتایا یہ محض دھوکا ہے۔ "جس (حشر کے) دن وہ تم (سب) کو جمع کرے گا وہی ہار جیت کا دن ہو گا۔" (التغابن: 9) یہ آدمی کی زندگی کا انتہائی بھیانک لمحہ ہوگا۔ جب یہ لمحہ آئے گا تو آدمی اپنے اندازہ کے بالکل خلاف صورت حال دیکھ کر دہشت زدہ ہو جائے گا۔ اچانک اس کو محسوس ہوگا کہ وہ سب کچھ محض دھوکا تھا جس کو اس نے سب سے بڑی حقیقت سمجھ رکھا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو آزاد سمجھا تھا مگر میں تو بالکل بے اختیار نکلا۔ میں تو اپنے آپ کو مال و جائیداد والا پا رہا تھا مگر میں تو بالکل خالی ہاتھ تھا۔ میرا خیال تھا کہ میرے پاس طاقت

ہے مگر میں تو خدا کی اس دنیا میں مکھی اور مچھر سے بھی زیادہ بے زور تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ میرے ساتھ بہت سے لوگ ہیں مگر یہاں تو میرا کوئی ایک بھی نہیں۔''

آہ!......وہ انسان جو اسی بات کو نہیں جانتا جس کو اُسے سب سے زیادہ جاننا چاہیے۔

آخرت کے لئے کوئی شخص جو کچھ کر سکتا ہے اسی موجودہ زندگی ہی میں کر سکتا ہے اور اس زندگی کی مدت بہت ہی کم ہے۔ کتنے لوگ ہیں جن کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا مگر آج وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ اسی طرح جو لوگ آج ہم کو دیکھ رہے ہیں ایک وقت آئے گا کہ ہم ان کے دیکھنے کے لئے اس دنیا میں موجود نہ ہوں گے۔ ہم اپنی عمر پوری کر کے اپنے رب کے پاس جا چکے ہوں گے۔ ہم ایک امتحان سے گزر رہے ہیں جس کا لازمی نتیجہ بہت جلد سامنے آنے والا ہے اور جس کے بعد پھر کسی تیاری کا کوئی موقع نہیں۔ زندگی کا ہر لمحہ جو ہم خرچ کر رہے ہیں آخری طور پر خرچ کر رہے ہیں کیونکہ وہ پھر واپس آنے والا نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''(یاد رکھو) ہر شخص کو (بالآخر) موت کا مزا چکھنا ہے اور تم کو (تمہارے اعمال کا) پورا پورا بدلہ تو قیامت ہی کے دن دیا جائے گا۔ (اس دن) جو شخص (دوزخ کی آگ سے) پرے ہٹا دیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہی کامیاب ہوا اور دنیا کی زندگی تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ صرف دھوکے کا سودا ہے۔'' (آل عمران:185)

ان گزارشات کو بار بار پڑھیے اور سوچیے۔ یقیناً آپ کامیاب لوگوں کے گروہ میں شامل ہونا پسند کریں گے۔ یہاں ایک بات یاد رہے اسلام صرف آخرت ہی بہتر نہیں کرتا بلکہ دنیا کی زندگی بھی بہترین ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جو شخص بھی نیک کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ مومن تو (یاد رکھو) ہم ضرور اُسے (دنیا میں) پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں بھی) ایسے لوگوں کو ان کے اچھے اعمال کا اجر ضرور دیں گے۔'' (النحل:97)

شیخ سعدیؒ کی زندگی کا ایک انتہائی سبق آموز واقعہ ہے۔ ان کے والد نے انہیں بچپن میں سونے کی انتہائی قیمتی انگوٹھی بنوا کر دی۔ وہ پہن کر بازار گئے۔ ایک ٹھگ نے انہیں تھوڑی سی مٹھائی کا لالچ دے کر ان سے انگوٹھی اتروالی۔ ان کے والد نے کہا کہ تم بچے ہو، تمہیں انگوٹھی کی قیمت کا اندازہ نہ تھا۔ تم نے چند ٹکوں کی مٹھائی کے لالچ میں انتہائی مہنگی انگوٹھی اتار دی۔ شیطان بھی ہمیں چھوٹے چھوٹے لالچ دے کر گناہوں پر اکساتا ہے اور ہم تھوڑی سی لذت کی خاطر جنت جیسی چیز چھوڑ دیتے ہیں۔ اس دنیا کی لذتیں جب وہ جائز طریقے سے حاصل نہ کی گئی ہوں شیطان کی مٹھائیاں ہیں۔ جب ہم ان جھوٹی لذتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں تو دراصل ہم ان سے کروڑوں گنا بڑی لذت جنت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ خدارا! اس پر غور کریں۔ جنت کی نعمتیں ایسی ہیں جو انسان سوچ بھی نہیں سکتا لیکن ہمیں دراصل ان کا پختہ یقین نہیں ہے، ورنہ ہم آخرت سے زیادہ کسی چیز کے لئے سنجیدہ نہ ہوتے۔ یہ یقین صرف قرآن پڑھنے سے آ سکتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے'' صحابہؓ نے دور کرنے کا طریقہ پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''موت کو کثرت سے یاد کرو اور قرآن پڑھو۔'' (مشکوٰۃ)

قرآن اس نیت سے پڑھیں کہ اللہ ہمیں اس سے ہدایت نصیب فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔ یہ امتحان آپ کو ہر صورت میں دینا ہے اور کامیاب بھی ہونا ہے کیونکہ یہ ناکامی کوئی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ حدیث قدسی ہے:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میری طرف ایک ہاتھ بڑھاتا ہے میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں۔ جو چل کر آتا ہے میں دوڑ کر آتا ہوں۔'' (مسلم)

یعنی جو اپنے ارادہ سے اللہ کی راہ پر چلنے کا فیصلہ کر لیتا ہے اللہ اس کے سفر کو آسان کر دیتا ہے۔ بندہ اس کی طرف لپکتا ہے تو اللہ اس کی کمزوری کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو بڑھ کر اپنے قریب کر لیتا ہے۔ لڑکھڑاتے ہی سہی لیکن اللہ کی طرف بڑھیے تو سہی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ بڑھیں اور آپ کو تھام نہ لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر وہ دعا جو بندے کے حق میں بہتر ہو قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ دین جو سراسر بھلائی ہے بندہ اگر اپنے رب سے مانگے کہ مالک مجھے اپنے دین پر چلنے کی توفیق دے تو کیسے ممکن ہے کہ اللہ اسے توفیق نہ دے۔ اگر آپ خدا سے خلوص دل سے جنت مانگیں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو جہنمی راستے پر چلنے دے۔ آپ خدا کی یاد مانگیں اور وہ آپ کو غفلت میں مبتلا کر دے۔ آپ آخرت کی تڑپ مانگیں اور وہ آپ کو دنیا کی محبت میں ڈال دے۔ اگر آپ کی زندگی میں مطلوبہ چیز نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے نہ مانگا تھا نہ ملا۔ جو مانگے کبھی محروم نہیں رہ سکتا۔ مگر یاد رکھیے خدا سے مانگنے کا مطلب یہ نہیں کہ آپ دعا کے کچھ مقررہ الفاظ یاد کر لیں اور اسے اپنی زبان سے دہرا دیا کریں۔ خدا آپ کے لفظوں کو نہیں دیکھتا، وہ خود آپ کو دیکھتا ہے۔ آپ اپنے اصل وجود میں جس چیز کے لئے بے قرار ہوں اپنے رب سے آپ اسی چیز کے طلب گار رہیں۔ ایک بچہ اپنی ماں سے روٹی مانگے تو یہ ممکن نہیں کہ ماں اس کے ہاتھ پر انگارہ رکھ دے۔ خدا اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے۔ جو مانگے وہ کبھی محروم نہیں رہ سکتا۔ کائنات کا مالک تو ہر صبح و شام اپنے سارے خزانے کے ساتھ آپ کے قریب ترین آ کر آواز دیتا ہے۔ ''کون ہے جو مجھ سے مانگے تاکہ میں اسے دوں۔'' مگر جنہیں لینا ہے وہ سو رہے ہوں تو اس میں دینے والے کا کیا قصور۔ سچے دل سے خود کو رب کے حوالے کریں۔ کم از کم تین رکوع قرآن مع ترجمہ، درود شریف، نماز باقاعدگی سے شروع کریں۔ خلوصِ نیت ہو تو ان شاء اللہ چالیس دن میں تبدیلی محسوس ہو گی۔ بار بار خدا سے استقامت کی دعا کریں۔ لڑکھڑاتے ہی سہی لیکن خدا کی طرف ضرور بڑھیے۔ آپ جب عمل کرنے بڑھیں گے تو راہیں خود بخود آسان ہوتی جائیں گی۔ راستہ بظاہر دشوار ہے لیکن دراصل دشوار نہیں اور منزل انتہائی خوبصورت۔ دوسرا راستہ بظاہر بہت خوبصورت انجام دوزخ کی کھائی۔ فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔ یاد رکھیے سوئے ہوئے کو جگایا جا سکتا ہے لیکن جاگے ہوؤں کو جگانا ناممکن ہے۔ خود بھی جاگیں دوسروں کو بھی جگائیں۔ خود کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچائیں۔ خلوص نیت سے ابتدا کریں، کام بہت آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ مومنوں پر نہایت رحم کرنے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف واضح نور (ہدایت) بھیج دیا ہے۔ پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس (قرآن) کا سہارا پکڑ لیا تو وہ بھی ضرور انہیں اپنی رحمت اور فضل (و کرم کے دامن) میں لائے گا، اور ان کو اپنے حضور تک پہنچنے کا سیدھا راستہ (بھی) دکھا دے گا۔'' (النساء:175,174)

خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

☆☆☆

جابر بن حیان

نامور مسلم کیمیا دان

فرقان دانش

ابتدائی حالات

جابر بن حیان کی سن پیدائش 737ء اور مقام ولادت طوس یا خراسان تھا۔ جابر کا تعلق عرب کے جنوبی حصے کے ایک قبیلے ازد سے تھا۔ جابر کے والد حیان کا روزگار دوا سازی اور دوا فروشی تھا۔ بہت چھوٹی عمر میں ہی باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تو ان کی ماں نے ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی۔ جابر بن حیان نے کچھ ہوش سنبھالا تو ماں نے انھیں کوفہ کے مضافات میں اپنے میکے پرورش پانے کے لیے بھیج دیا۔ دیہات میں اس نے آزادانہ بچپن کے دن گزارے، دیہات میں اچھی تعلیم حاصل کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ جوان ہونے کے بعد انہوں نے کوفے میں رہائش اختیار کی۔ اس زمانے میں کوفہ میں علم و تدریس کے کافی مواقع تھے۔ یہاں کے علمی ماحول سے وہ متاثر ہوا اور اسے تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ مدرسہ میں داخل ہو کر اس نے مروجہ تعلیم ختم کی۔ یہ اس کی جوانی کا زمانہ تھا۔ طبیعت میں تلاش و جستجو کا مادہ بہت تھا۔

کوفہ میں جابر نے امام جعفر صادق کی شاگردی اختیار کی جن کے مدرسے میں مذہب کے ساتھ ساتھ منطق، حکمت اور الکیمیا جیسے مضامین پڑھائے جاتے تھے۔ اس وقت کی رائج یونانی تعلیمات نے اس پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ علم حاصل کرنے کے دوران اس نے اپنے اردگرد کے لوگوں کو سونا بنانے کے جنون میں مبتلا دیکھا تو خود بھی یہ روش اپنائی۔ کافی تجربات کے بعد بھی وہ سونا تیار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا، لیکن کیمیا میں حقیقی دلچسپی کی وجہ سے اس نے تجربات کا سلسلہ ختم نہ کیا۔ جابر نے کیمیا گری کی دُھن میں دواؤں کی خاصیتیں معلوم کرنے کی کوشش شروع کر دیں۔ پھر قسم قسم کی دھات لے کر طرح طرح کی جڑی بوٹیوں کے ساتھ پھونکنے لگا۔ اس کا گھر تجربہ خانہ بن گیا۔ وہ ہمہ وقت نئے تجربے میں مصروف رہتا تھا۔ اس لگن نے اسے علم کیمیا کا موجد بنا دیا۔ اس نے اپنے والد کے آبائی شہر کوفہ میں اپنی تجربہ گاہ تعمیر کی۔

علمی خدمات اور کارنامے

جابر بن حیان کیمیا کا موجد تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس نے کیمیاوی تجربے (Experiment) میں کمال پیدا کر کے اس کے نکات بیان کیے، اُصول اور قاعدے مرتب کیے جو آج بھی مستعمل ہیں۔

(1) عمل تصعید یعنی دواؤں کا جوہر اُڑانا (Sublimation) اس طریقے کو سب سے پہلے جابر نے اختیار کیا، تا کہ لطیف اجزاء کو حاصل کر کے دواؤں کو مزید مؤثر بنایا جائے اور محفوظ رکھا جا سکے۔

(2) جابر نے قلماؤ (Crystallization) کا طریقہ بھی دریافت کیا اور نئے طریقے سے دواؤں کو قلمایا۔

(3) فلٹر کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔

(4) جابر نے تین قسم کے نمکیات بھی معلوم کیے۔

(5) اُس کا سب سے بڑا کارنامہ تیزاب ایجاد کرنا ہے۔ اس نے کئی قسم کے تیزاب بنائے، تیزاب بنانے میں اس نے گندھک شورا ہیرا کسس اور نوشادر کو مناسب انداز سے استعمال کیا۔ تیزاب بنانے میں ایک بار اُس کی اُنگلی بھی جل گئی تھی۔ جابر نے ایک ایسا تیزاب ایجاد کیا جو سونے کو پگھلا دیتا تھا۔

(6) عالی دماغ جابر نے دھات کو بھسم کر کے کشتہ بنانے (Oxidization) کا نازک طریقہ دریافت کیا، کسی دھات کو جڑی بوٹیوں کے ساتھ کس طرح آنچ دے کر بھسم کرتے ہیں، اس میں صحیح اندازے اور تجربے کی بنیاد رکھی۔

(7) جابر نے معلوم کیا کہ دھات کا کشتہ بنانے سے اس کا وزن کچھ بڑھ جاتا ہے، یہ اس کی تحقیق ہے۔

(8) جابر نے لوہے پر تجربے کیے اور بتایا کہ لوہے کو کس طرح صاف کر کے فولاد بنایا جا سکتا ہے۔

(9) جابر نے بتایا کہ لوہے کو زنگ سے کیسے بچایا جا سکتا ہے۔

(10) اس نے موم جامہ (وہ کپڑا جس پر پانی کا اثر نہ ہو) بنایا، تا کہ پانی یا رطوبت سے چیزوں کو خراب ہونے سے بچایا جا سکے۔

(11) جابر نے چمڑے کو رنگنے کا طریقہ دریافت کیا۔

(12) اس نے بالوں کو کالا کرنے کے لیے خضاب کا نسخہ تیار کیا۔

(13) جابر کی ایک بڑی اور مفید ایجاد قرع انبیق (Distillation Apparatus) ہے۔ یہ عرق کھینچنے کا آلہ ہے اور یہ آج بھی مستعمل ہے۔ اس آلے کے ذریعے عرق کشید کرنے سے جڑی بوٹیوں کے لطیف اجزاء آ جاتے ہیں اور اس کے اثرات محفوظ رہتے ہیں۔

قرع انبیق نامی آلہ کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ میں کیمیاوی مادوں کو پکایا جاتا اور مرکب سے اُٹھنے والے بخارات کو نالی کے ذریعہ آلہ کے دوسرے حصہ میں پہنچا کر ٹھنڈا کر لیا جاتا تھا۔ یوں وہ بخارات دوبارہ مائع حالت اختیار کر لیتے۔ کشیدگی کا یہ عمل کرنے کے لیے آج بھی اس قسم کا آلہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا موجودہ نام ریٹاٹ ہے۔ ایک دفعہ اس میں بھورے رنگ کے بخارات اُٹھے اور آلہ کے دوسرے حصہ میں جمع ہو گئے جو تانبے کا بنا ہوا تھا۔ حاصل شدہ مادہ اس قدر تیز تھا کہ دھات گل گئی۔ جابر نے مادہ کو چاندی کے کٹورے میں ڈالا تو اس میں بھی سوراخ ہو گئے۔ چمڑے کی تھیلی میں ڈالنے پر بھی یہی نتیجہ نکلا۔ جابر نے مائع کو اُنگلی سے چھوا تو وہ جل گئی۔ اس کاٹ دار اور جلانے کی خصوصیت رکھنے والے مائع کو اس نے تیزاب یعنی ریزاب کا نام دیا۔ پھر اس تیزاب کو دیگر متعدد دھاتوں پر آزمایا لیکن سونے اور شیشے کے علاوہ سب دھاتیں گل گئیں۔ جابر مزید تجربات میں جت گیا۔ آخر کار اس نے بہت سے کیمیائی مادے مثلاً گندھک کا تیزاب اور ایکوا رجیا بنائے۔ حتیٰ کہ اس نے ایک ایسا تیزاب بنایا جس سے سونے کو بھی پگھلانا ممکن تھا۔

تقریباً آٹھ نو سو سال تک کیمیا کے میدان میں وہ تنہا چراغ راہ تھا۔ اٹھارہویں صدی میں جدید کیمیا کے احیاء سے قبل جابر کے نظریات کو ہی حرف آخر خیال کیا گیا۔

جابر بن حیان نے کیمیا کی بہت سی کتب کے علاوہ اقلیدس کی کتاب ''ہندسے''، بطلیموس کی کتاب ''مجسطی'' کی شرحیں بھی لکھیں۔ نیز منطق اور شاعری پر بھی رسالے تصنیف کیے۔ اس سب کے باوجود جابر مذہبی آدمی تھا اور امام جعفر صادق کا پیروکار تھا۔ اس کی تحریروں میں 200 سے زائد کتابیں شامل ہیں۔ جابر بن حیان نے 813ء میں وفات پائی۔

☆☆☆

لباس کی فضیلت اور فیشن کے خرافات

شازیہ اسرائیل چودھری

لباس کا مقصد زینت و آرائش اور موسمی اثرات سے حفاظت بھی ہے، لیکن اولین مقصد ستر پوشی ہے۔ خدا نے شرم وحیا انسان کی فطرت میں ودیعت فرمائی ہے۔ قرآن پاک میں خدا تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (ترجمہ) ''اے اولاد آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے، تاکہ تمہارے جسم کے قابلِ شرم حصوں کو ڈھانپے اور تمہارے لیے زینت و حفاظت کا ذریعہ بھی ہو۔'' یہی وجہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام سے جنت کا لباس فاخرہ لیا گیا تو وہ جنت کے درختوں کے پتوں سے اپنے جسم کو ڈھانپنے لگے۔ لہٰذا لباس میں ستر پوشی کے مقصد کو سب سے مقدم رکھئے اور ایسا لباس منتخب کیجیے، جس سے یہ مقصد بخوبی پورا ہوسکے۔ ساتھ ہی اس کا بھی خیال رہے کہ لباس موسمی اثرات سے جسم کی حفاظت کرنے والا بھی ہو اور ایسے سلیقے کا لباس ہو جو زینت و جمال اور تہذیب کا ذریعہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اسے پہن کر آپ عجوبہ یا کھلونا بن جائیں اور لوگوں کے لیے ہنسی اور دل لگی کا موقع مہیا ہوجائے۔ لباس پہنتے وقت یہ سوچئے کہ یہ نعمت ہے، جس سے خدا نے صرف انسان ہی کو نوازا ہے، دوسری مخلوقات اس سے محروم ہیں۔ اس امتیازی بخشش اور انعام پر خدا کا شکرادا کیجیے اور اس امتیازی انعام سے سرفراز ہوکر کبھی خدا کی ناشکری اور نافرمانی نہ کریں۔ لباس خدا کی ایک زبردست نشانی ہے۔ لباس پہنیں تو اس احساس کو تازہ کیجیے اور جذباتِ شکر کا اظہار کیجیے اور دعا ان الفاظ میں کریں کہ جو نبی کریم ﷺ نے مومنین کو سکھائے ہیں۔ جو شخص بھی نیا لباس پہنتے وقت یہ دعا مانگے گا، خدا تعالیٰ اس کو زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی اپنی حفاظت میں رکھے گا۔ دعا یہ ہے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَآ اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ))

'' ساری تعریف اور حمد اس خدا کے لیے ہے جس نے مجھے یہ کپڑے پہنائے، جن سے میں یہ ستر پوشی کرتا ہوں اور اپنی زندگی میں ان سے زینت حاصل کرتا ہوں۔''

بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ تقویٰ کے لباس سے باطنی پاکیزگی بھی مُراد ہے اور ظاہری پرہیز گاری بھی۔ لہٰذا ایسا لباس پہنیں جو شریعت کی نظر میں پرہیز گاروں کا لباس ہو، جس سے تکبر اور غرور کا اظہار نہ ہو، جو نہ عورتوں کے لیے مردوں سے مشابہت کا ذریعہ ہو اور نہ مردوں کے لیے عورتوں سے مشابہت کا ذریعہ ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان نے اپنے مسلمان بھائی کو کپڑے پہنائے تو جب تک وہ کپڑے پہننے والے کے بدن پر رہیں گے تب تک پہنانے والے کو خدا اپنی حفاظت اور نگرانی میں رکھے گا۔''

ایسا لباس پہنئے جس کو دیکھ کر محسوس کیا جاسکے کہ لباس پہننے والا کوئی خدا ترس اور بھلا انسان ہے۔ عورتیں لباس میں ان حدود کا لحاظ کریں جو شریعت نے ان کے لیے مقرر کی ہیں اور مردان حدود کا لحاظ کریں جو شریعت نے ان کے لیے مقرر کی ہیں۔

خدا کی اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے لباس ان ناداروں کو بھی پہنائیں، جن کے پاس تن ڈھانپنے کے لیے بھی کچھ نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ جو شخص کسی مسلمان بھائی کو کپڑے پہنا کر اس کی ستر پوشی کرے گا خدا تعالیٰ قیامت کے روز جنت کا سبز لباس پہنا کر اس کی تن پوشی فرمائے گا۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ کسی مسلمان نے اپنے مسلمان بھائی کو کپڑے پہنائے تو جب تک وہ کپڑے پہننے والے کے بدن پر رہیں گے تب تک پہنانے والے کو خدا اپنی حفاظت اور نگرانی میں رکھے گا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے ملازموں اور ان خادموں کو بھی اپنی حیثیت کے مطابق پہنائیں جو شب وروز ہماری خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لونڈی اور غلام تمہارے بھائی ہیں، خدا نے ان کو تمہارے قبضے میں دے رکھا ہے تو چاہیے کہ ان کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور ان کو ایسا ہی لباس پہناؤ جیسا تم خود پہنتے ہو۔''

ہمیں چاہیے کہ ہمیشہ سادہ، مہذب اور باوقار لباس پہنیں اور لباس پر ہمیشہ اعتدال کے ساتھ خرچ کریں۔ لباس میں عیش پسندی اور ضرورت سے زیادہ نزاکت سے پرہیز کریں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''عیش پسندی سے دور رہو، اس لیے کہ خدا کے پیارے بندے عیش پرست نہیں ہوتے۔'' آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے قدرت اور وسعت کے باوجود محض خاکساری اور عاجزی کی غرض سے سادگی اختیار کی تو خدا اس کو شرافت اور بزرگی کے لباس سے آراستہ فرمائے گا۔ ایک اور جگہ پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لباس کی سادگی ایمان کی علامتوں میں سے ایک اہم علامت ہے۔ لباس ہمیشہ اپنی وسعت اور حیثیت کے لحاظ کے ساتھ پہنیں اور ایسا نہ پہنیں جس سے فخر ونمائش کا اظہار ہو اور دوسروں کو حقیر سمجھ کر نہ اترائیں۔ دل میں یہ محسوس کریں کہ یہ جو نعمت خدا نے دی ہے، اگر وہ چاہے تو ہم سے لے بھی سکتا ہے اور اپنی دولت مندی کی بے جا نمائش نہ کریں، جس کی وجہ سے غریبوں کی دل آزاری ہو اور نہ ایسا لباس پہنیں جو زیادہ قیمتی ہو اور آپ فضول خرچی کے گناہ میں مبتلا ہوں اور نہ ہی ایسے شکستہ حال بنے رہیں کہ ہر وقت آپ کی صورت سوال بنی رہے اور سب کچھ ہونے کے باوجود آپ محروم نظر آئیں، بلکہ ہمیشہ اپنی حیثیت کے مطابق موزوں، باسلیقہ اور صاف ستھرے کپڑے پہنیں۔ لباس ایسا ہونا چاہیے کہ جس کو دیکھ کر نہ تو کسی کے دل میں حسرت اور محرومی کا احساس پیدا ہو اور نہ اس قدر غیر موزوں ہی ہونا چاہیے کہ دیکھنے والے کے دل میں نفرت اور حقارت کے جذبات پیدا ہوں۔

پہننے، اوڑھنے اور بناؤ سنگھار کرنے میں بھی ذوق اور سلیقے کا پورا لحاظ رکھا جانا چاہیے۔ گریبان کھولے پھرنا، اُلٹے سیدھے بٹن لگانا، ایک پائنچہ چڑھانا اور ایک چھوڑنا، ایک جوتا پہنے چلنا اور الجھے ہوئے بال رکھنا، یہ سب ذوق اور سلیقے کے خلاف ہے۔ ایک دن نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اتنے میں ایک شخص مسجد میں آیا جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے اس کی طرف اشارہ کیا، جس کا مطلب یہ تھا کہ جاکر اپنے سر کے بال اور داڑھی کو سنوار کر آؤ۔

چنانچہ وہ شخص گیا اور بال اور داڑھی کو بنا سنوار کر آیا، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا یہ زینت و آرائش اس سے بہتر نہیں ہے کہ آدمی کے بال الجھے ہوئے ہوں اور دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہو کہ گویا شیطان ہے؟

خواتین اپنے لباس میں خاص طور پر شریعت کے تقاضوں، اپنی سماجی اور معاشرتی اقدار کا لحاظ رکھیں۔ وتربیت کا اہتمام موجودہ دور میں انتہائی ضروری ہو گیا ہے۔ عورتوں کو بھی چاہیے کہ وہ فیشن میں جدت کے لحاظ سے اتنی بے لگام نہ ہو جائیں کہ انہیں اس بات کا ہی احساس نہ رہے کہ جب وہ اپنے بھائی یا والدین کے ساتھ ایسا لباس پہن کر نکلیں تو وہ خود بھی شرم محسوس کریں اور ان کے بھائی اور والدین کا سر بھی شرم سے جھکا رہے،

بے ہودہ غیر شرعی، بے ذوق اور اخلاق و ایمان سوز لباس بنوانے میں جو عورت پہل کرتی ہے، اس کو دیکھ کر جتنی عورتیں بھی اس طرح کا لباس پہنیں گی اور اس سے معاشرے میں جو بگاڑ اور شر پیدا ہوگا، اس کا بوجھ اسی عورت کے سر جائے گا

ایسا لباس پہنیں جس سے نہ تو معاشرے میں کوئی فساد و شر پیدا ہونے کا امکان پیدا ہو اور نہ ان کی ذات دوسروں کے لیے نفرت و حقارت ہی کا نمونہ یا محض تماشا بن کر رہ جائے۔ آج کل کے جدید دور میں بیہودہ فیشن اور رسوم و رواج نے عورتوں کو لباس کے معاملے میں شیطان کا آلۂ کار بنا کر رکھ دیا ہے۔ فیشن کے نام پر ایسا لباس زیب تن کیا جا رہا ہے جس کو دیکھ کر مردوں کے احساسات اور جذبات میں منفی رجحانات کو شہہ ملتی ہے اور فیشن زدہ عورتوں کا یہ فعل معاشرے میں بگاڑ، فساد، شر اور بے حیائی کا باعث بن رہا ہے۔ ایسے متنازع، غیر شرعی اور غیر موزوں لباس پہننے کی وجہ سے ایسی عورتیں اپنے اس ایک فعل کی بدولت بے شمار گناہوں کا بوجھ تو اپنے سر لیے پھرتی ہی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ایسے لباس تیار کرنے والے اور خرید کر دینے والوں کو بھی گناہوں کی دلدل میں دھکیل دینے کا باعث بن رہی ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات مبارکہ ہمارے سامنے ہیں، جن کی روشنی میں ہر گھر میں تعلیم اور عام لوگوں کے سامنے سب تماشا بن کر رہ جائیں۔

تمام مسلمان بہنوں سے گزارش ہے کہ وہ فیشن یا رسم و رواج کے نام پر لباس کے معاملے میں اس قسم کی بے احتیاطی اور بے پردگی سے پرہیز کریں ورنہ اس کی وجہ سے تمام تر معاشرتی، سماجی، مذہبی اور اخلاقی اقدار پامال ہو کر رہ جائیں گی۔

فیشن کے معاملے میں خاص طور پر ایک بات ہمیشہ یاد رہنی چاہیے کہ اس طرح کے بے ہودہ غیر شرعی، بے ذوق اور اخلاق و ایمان سوز لباس بنوانے میں جو عورت پہل کرتی ہے، اس کو دیکھ کر جتنی بھی عورتیں اس طرح کا لباس پہنیں گی اور اس سے معاشرے میں جو بھی بگاڑ اور شر پیدا ہوگا، ایمانیات اور اخلاقیات کا مذاق اڑایا جائے گا ان سارے گناہوں کا بوجھ اسی عورت کے سر جائے گا جو ایسا لباس پہننے میں پہل کرے گی۔ اس لیے ہر عورت اور مرد کو لباس بنواتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اُس کا شوق کہیں اُس کی دنیا اور آخرت کی بربادی کا سبب تو نہیں بن رہا۔

تنظیمی اطلاعات

توسیعی عاملہ کے اجلاس کی منسوخی

امیر تنظیم اسلامی نے مرکزی ذمہ داران سے مشورہ کے بعد پلانز 2013ء کے مطابق 22، 23 جون 2013ء کو منعقد ہونے والا توسیعی عاملہ کا اجلاس بوجوہ منسوخ فرما دیا ہے۔ اس ضمن میں اطلاعاً یہ بھی عرض ہے کہ مدرسین ریفریشر کورس جو کراچی جنوبی کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں 14 تا 16 جون کو ہونا تھا، اس کی بجائے اب 21 تا 23 جون 2013 کو منعقد ہوگا۔ ان شاء اللہ

حلقہ لاہور کی تقسیم

مرکزی عاملہ میں حلقہ لاہور کی تقسیم کا معاملہ کچھ عرصہ سے زیر غور تھا۔ امیر محترم نے تفصیلی مشورہ کے بعد حلقہ لاہور کو میٹرو بس سروس روٹ کی بنیاد پر دو حصوں ''حلقہ لاہور شرقی'' اور ''حلقہ لاہور غربی'' میں تقسیم کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ حلقہ لاہور شرقی کی امارت کی ذمہ داری جناب قرۃ العین کو سپرد کی گئی ہے، جب کہ حلقہ لاہور غربی کی امارت جناب محمد جہانگیر کے سپرد کی گئی ہے۔

ضرورت رشتہ

اردو سپیکنگ فیملی کو آسٹریا، ویانا میں مقیم اپنے بیٹے، عمر 24 سال میڈیکل سٹوڈنٹ کے لئے دین دار، خوبصورت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 004319292428

0331-4823180

لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 35 سال، قد 5.1 تعلیم بی ایس سی کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ صرف سنجیدہ افراد رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0321-4606682

لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم ایس سی، قد 5.2 پابند صوم وصلوٰۃ کے لئے دینی مزاج کے حامل پڑھے لکھے برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-4372773

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی نارتھ ناظم آباد کے رفیق عدنان حسن کے والد رحلت فرما گئے

☆ تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شرقی (منفرد اسرہ عارفوالا 1) کے رفیق پروفیسر غلام رسول اظہر کے بہنوئی وفات پا گئے۔

☆ تنظیم اسلامی جاتلاں میر پور آزاد کشمیر کے بزرگ رفیق سید محمد آزاد کے بھانجے چودھری خادم حسین وفات پا گئے

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کی تنظیم ملتان شمالی کے رفیق نجم علی کے والد بقضائے الٰہی وفات پا گئے

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کی تنظیم ملتان شہر کے رفیق غلام مرتضیٰ (نقیب) کی چچی بقضائے الٰہی وفات پا گئیں

☆ حلقہ جنوبی پنجاب (اسرہ خانیوال) کے رفیق وحید عمر کیانی (ملتزم) کے والد بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین اور مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Muhammad Faheem

MIAN SAHIB IN THE PUBLIC COURT

Mian Sahib deserves felicitation from all of us on his success to the prestigious seat in Islamabad once again. It is also commendable that the transition of power took place in the normal democratic way albeit, many fingers pointing at the transparency of the process and the credibility of the ECP. The fairness of the election has been questioned when the people liable to disqualification under Article 62, 63 and offenders like being defaulters and involvement in corruption cases, were allowed to contest. Notwithstanding all reservations about the fairness of the election, its holding with a marked turnout is in no case a small achievement and the credit must go to the ECP and all the stakeholders in the process. Despite all apprehensions the other plus point is the holding of election under almost safe and secure arrangements. The picture is now very clear as we have in two provinces and in the center governments of parties that have had chances of ruling the country previously except the new comers in the KPK. Gone are the days when the rulers were doing everything without being monitored by the public eye and the vociferous media. The new comers are in field of pubic trial in general and the central government of Mian Muhammad Nawaz Sharif in particular. Besides the public, Mian Sahib has to face the most critical opposition of Imran Khan's PTI and it will be very difficult for the leader of the house to put the things off by promises and excuses as is customary in the parliaments. Mian Sahib is liable to public queries on a number of issues which need immediate and urgent disposal along with launching a network of development activities which must be visible, transparent and of public interest.

The first problem is related to the cases of Musharraf which need early and quick disposal in light of the verdicts that will start coming out from the trial courts one by one. The man is facing trial in the Judge's case, the BB murder case, the Bugti murder case, the abrogation of the Constitution case, the Jamia Hafsa carnage case and so on. Now it is the new Prime Minister to be watched how quickly his government comes to move the court on this issue. People do watch closely the events. The general public of Pakistan believes Musharraf to be the one who put Pakistan in inferno due to his very fatal and dictatorial policies. The masses want to hear of a clear policy statement regarding the fate of the dictator.

Drone attacks on the Pakistan soil have been declared by every quarter to be illegal, criminal and in clear violation of the UN Charter and must be stopped by our "friend" America. The people expect that a clear voice of the PM must be heard on this very crucial issue before he sits for his deskwork. The PTI Chief, Imran Khan has very categorically called on Mian Sahib to get the drone strikes stopped or order them to be shot down. According to a number of press reports during the previous regime, a number of responsible people had claimed that Pakistan is having the required technology and know-how to shoot down the drones. It only needs trust in God and a confidence in one's own sovereignty and freedom. Let us hear from Mian Sahib very soon on this important issue which has taken a lot of our tribal people lives and properties of billions destroyed.

There are billions outstanding bank defaulters. These include politicians coming from all political parties including the rulers and the opposition. The people want to see the performance of the new government as to how efficiently it can recover the public money. It is also important that billions in

written off loans must be declared recoverable without exception and favor to anyone. These things will be accredited to the personal credence of Mian Sahib. The common man is seriously looking forward to see that the looted money is recovered in all honesty.

We also hope that the new government will adopt a clear position on the Swiss Bank money scandal and will earnestly work for the recovery of this huge sum if it is looted money of the Pakistani Public. There should be no friendly-opposition in situation where the interest of public is involved. The challenges of creating new provinces and the Kalabagh Dam are important issues which should be decided in light of the greater interest of Pakistan and its people avoiding playing politics with such issues. Water storing and dams are our vital issues and it is time that the new government takes bold steps to resolve the problem of energy and water once for all. There is full consensus amongst the experts that the hydro-projects are the only source which are not only economical for the consumer but are more feasible to be undertaken if there is a will. One of the most important long-staying national problems is the agrarian reforms in the country. We understand and firmly believe that absentee landlordism is the worst menace that is responsible for the pathetic conditions of the people in Pakistan, particularly in the Province of the Punjab and Sindh. It is time that the new government takes bold steps to do away with this legacy left behind as the most dreadful specter by the British Raj of the past. It will bring a revolutionary socio-political and economic change if we implement agrarian reforms in the true spirit of the term. One of the most important national issues is our taxation policy. The tax net not only needs widening but it also needs to be intensified and needs basic changes through needful legislation. The effective implementation of Agricultural tax is the need of the day if we want to be self sufficient and get freedom from heavy international loans that take away much our GDP as debt servicing. Mian Sahib has a good chance to earn good name in the national history if he comes up with the public expectations and makes a breakthrough by implementing such revolutionary undertakings.

مرکز تنظیم اسلامی کی پیش کش

امیر تنظیم اسلامی **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ

یا دیگر مرکزی ذمہ داران تنظیم

کا

مرکزی خطابِ جمعہ

جو بالعموم تذکیر بالقرآن، حالات حاضرہ پر تبصرے اور آئندہ کے لائحہ عمل پر مشتمل ہوتا ہے

اب آپ ہر ہفتے اپنی جگہ پر سُن سکتے ہیں

آڈیو کیسٹ کے ساتھ ساتھ
آڈیو سی ڈی میں بھی دستیاب ہے

ممبر بنیں اور استفادہ کریں

سالانہ ممبرشپ فیس **1000** روپے

مرکز تنظیم اسلامی میں نقد، منی آرڈر یا پھر ڈرافٹ کے
ذریعے رقم جمع کروائیں اور رسید حاصل کریں

نوٹ: یہی خطاب جمعہ بذریعہ Internet ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org
سے براہ راست یا Download کر کے بھی سنا جا سکتا ہے۔

تنظیمِ اسلامی

67/اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور۔

مزید معلومات کیلئے درج ذیل نمبرز پر رابطہ کیا جاسکتا ہے
فون نمبرز:36316638/36366638 فیکس:36313131
Email:markaz@tanzeem.org